ہفت روزہ

خدام الدین لاہور

بیادگار
شیخ التفسیر حضرت مولانا احمد علی
شیرانوالہ دروازہ لاہور

۷ محرم الحرام ۱۳۸۶ھ
۲۹ اپریل ۱۹۶۶ء

یکے از مطبوعات انجمن خدام الدین لاہور

اَحَادِیثُ الرَّسُولِ صلی اللہ علیہ وسلم

عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ: سُئِلَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَیُّ الْعَمَلِ اَفْضَلُ؟ قَالَ: "اِیْمَانٌ بِاللّٰہِ وَرَسُوْلِہٖ"، قِیْلَ: ثُمَّ مَاذَا؟ قَالَ: "اَلْجِھَادُ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ"، قِیْلَ: ثُمَّ مَاذَا؟ قَالَ حَجٌّ مَّبْرُوْرٌ۔ مُتَّفَقٌ عَلَیْہِ۔

ترجمہ: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا گیا۔ کہ تمام اعمال میں افضل کون سا عمل ہے؟ آپ نے فرمایا۔ اللہ تعالےٰ اور اس کے رسولؐ پر ایمان لانا۔ عرض کیا گیا پھر کون سا عمل افضل ہے۔ آپ نے فرمایا۔ اللہ کے راستہ میں جہاد کرنا۔ عرض کیا گیا۔ پھر کون سا عمل افضل ہے آپؐ نے فرمایا۔ حج مبرور۔ (بخاری ومسلم)

عَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ: قُلْتُ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ اَیُّ الْعَمَلِ اَحَبُّ اِلَی اللّٰہِ تَعَالٰی؟ قَالَ: "اَلصَّلٰوۃُ عَلٰی وَقْتِھَا"، قُلْتُ: ثُمَّ اَیٌّ؟ قَالَ: "بِرُّ الْوَالِدَیْنِ"، قُلْتُ: ثُمَّ اَیٌّ؟ قَالَ: "اَلْجِھَادُ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ۔ (مُتَّفَقٌ عَلَیْہِ)

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ بیان کرتے ہیں کہ میں نے عرض کیا۔ یارسول اللہؐ! اللہ تعالےٰ کو کون سا عمل سب سے زیادہ محبوب وپسندیدہ ہے؟ آپؐ نے فرمایا۔ نماز کو اس کے وقت پر پڑھنا۔ میں نے عرض کیا کہ اس کے بعد پھر کون سا؟ آپؐ نے فرمایا۔ ماں باپ کے ساتھ نیکی کرنی۔ پھر میں نے عرض کیا کہ اس کے بعد کون سا ہے؟ آپؐ نے فرمایا۔ اللہ رب العزت کے راستہ میں جہاد کرنا۔ (بخاری ومسلم)

عَنْ اَبِیْ ذَرٍّ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ، قُلْتُ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ اَیُّ الْعَمَلِ اَفْضَلُ؟ قَالَ، "اَلْاِیْمَانُ بِاللّٰہِ وَالْجِھَادُ فِیْ سَبِیْلِہٖ۔ مُتَّفَقٌ عَلَیْہِ۔

ترجمہ: حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ بیان کرتے ہیں کہ میں نے عرض کیا یارسول اللہؐ! کون سا عمل افضل ہے۔ آپؐ نے فرمایا۔ اللہ تعالےٰ پر ایمان لانا۔ اور اس کے راستہ میں جہاد کرنا۔ (اس حدیث کو بخاری ومسلم نے روایت کیا ہے۔

عَنْ اَنَسٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ: "لَغَدْوَۃٌ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ اَوْ رَوْحَۃٌ خَیْرٌ مِّنَ الدُّنْیَا وَمَا فِیْھَا"، مُتَّفَقٌ عَلَیْہِ۔

ترجمہ: حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالےٰ کے راستہ (جہاد) میں صبح یا شام گزارنی دنیا اور جو کچھ دنیا میں ہے سب سے بہتر ہے (بخاری اور مسلم)

عَنْ اَبِیْ سَعِیْدٍ الْخُدْرِیِّ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ: اَتٰی رَجُلٌ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَقَالَ اَیُّ النَّاسِ اَفْضَلُ؟ قَالَ: "مُؤْمِنٌ یُّجَاھِدُ بِنَفْسِہٖ وَمَالِہٖ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ"، قَالَ: ثُمَّ مَنْ؟ قَالَ: "ثُمَّ مُؤْمِنٌ فِیْ شِعْبٍ مِّنَ الشِّعَابِ یَعْبُدُ اللّٰہَ وَیَدَعُ النَّاسَ مِنْ شَرِّہٖ۔ (مُتَّفَقٌ عَلَیْہِ۔

ترجمہ: حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اور عرض کیا (یارسول اللہ) لوگوں میں سب سے بہتر آدمی کون سا ہے؟ آپؐ نے فرمایا۔ وہ مومن جو اللہ تعالےٰ کے راستہ میں اپنی جان اور اپنے مال سے جہاد کرتا ہے۔ اس نے عرض کیا کہ اس کے بعد کون؟ آپؐ نے فرمایا وہ مسلمان جو گھاٹیوں سے کسی گھاٹی میں اللہ رب العزت کی عبادت کرتا ہے اور لوگوں کو اپنے شر سے محفوظ رکھتا ہے۔ (بخاری اور مسلم)

عَنْ سَھْلِ بْنِ سَعْدٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ: "رِبَاطُ یَوْمٍ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ خَیْرٌ مِّنَ الدُّنْیَا وَمَا عَلَیْھَا، وَمَوْضِعُ سَوْطِ اَحَدِکُمْ مِنَ الْجَنَّۃِ خَیْرٌ مِّنَ الدُّنْیَا وَمَا عَلَیْھَا وَالرَّوْحَۃُ یَرُوْحُھَا الْعَبْدُ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ تَعَالٰی اَوِ الْغَدْوَۃُ خَیْرٌ مِّنَ الدُّنْیَا وَمَا عَلَیْھَا (مُتَّفَقٌ عَلَیْہِ

ترجمہ: حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے بیان کرتے ہیں۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا اللہ تعالےٰ کے راستہ میں ایک دن سرحد کی حفاظت کرنا دنیا اور جو دنیا پر ہے سب سے بہتر ہے۔ اور شام کو اللہ تعالےٰ کے راستہ میں (جہاد کے لئے جانا یا صبح کو جانا دنیا اور جو کچھ دنیا پر ہے۔ سب سے بہتر ہے۔ (اس حدیث کو امام بخاری اور امام مسلم نے روایت کیا ہے۔

عَنْ سَلْمَانَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ: "رِبَاطُ یَوْمٍ وَّلَیْلَۃٍ خَیْرٌ مِّنْ صِیَامِ شَھْرٍ وَّقِیَامِہٖ، وَاِنْ مَاتَ فِیْہِ اُجْرِیَ عَلَیْہِ عَمَلُہُ الَّذِیْ کَانَ یَعْمَلُ وَاُجْرِیَ عَلَیْہِ رِزْقُہٗ، وَاَمِنَ الْفَتَّانَ۔ (رَوَاہُ مُسْلِمٌ۔

ترجمہ: حضرت سلمان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ ایک دن رات سرحدِ اسلام کی حفاظت کرنا، ایک مہینہ کے روزے اور اس کی راتوں کی عبادت سے افضل ہے اور اگر اسی حالت میں وہ مرگیا تو جو کام وہ کرتا تھا مرنے کے بعد بھی اس کے لئے جاری رہیں گے اور اس کا رزق بھی جاری رہے گا۔ اور فتنہ قبر سے بھی محفوظ رہے گا۔ (مسلم)

عَنْ عُثْمَانَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ: سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ: "رِبَاطُ یَوْمٍ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ خَیْرٌ مِّنْ اَلْفِ یَوْمٍ فِیْمَا سِوَاہُ مِنَ الْمَنَازِلِ"، رَوَاہُ التِّرْمِذِیُّ وَقَالَ حَدِیْثٌ حَسَنٌ صَحِیْحٌ۔

ترجمہ: حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا۔ آپؐ فرمارہے تھے کہ ایک دن اللہ تعالیٰ کے راستہ میں سرحدِ اسلام کی حفاظت کرنا دوسرے کاموں میں ہزار دن لگے رہنے سے افضل ہے (ترمذی نے اس حدیث کو نقل کیا اور کہا حدیث حسن صحیح ہے)۔

ایڈیٹر
مناظر حسین نظر
ٹیلیفون
۶۷۵۴۵

ہفت روزہ
خدام الدین
لاہور

سالانہ
گیارہ روپے
ششماہی
چھ روپے

جلد ۱۱ | ۷ محرم الحرام ۱۳۸۶ھ مطابق ۲۹ اپریل ۱۹۶۶ء | شمارہ ۵۰

اہل حق کے لئے لمحہ فکریہ

★ ۔۔۔ مجاہد الحسینی

قیام پاکستان سے پہلے کی تاریخی سرگذشت کا جائزہ لیا جائے تو یہ حقیقت ابھر کر سامنے آئے گی کہ اس برصغیر میں اسلام کے صحیح نظریات و تصورات کی توسیع و اشاعت اور ملتِ اسلامیہ کی سیاسی اور دینی عظمت کے استحکام و تحفظ کے سلسلہ میں ہمارے جلیل القدر اسلاف نے اپنی گوناگوں صلاحیتوں کو بروئے کار لانے میں کوئی دقیقہ فروگذاشت نہیں کیا ہے ۔۔۔! چنانچہ ہم دیکھتے ہیں کہ زندگی کے ہر معرکۂ کارزار میں ان کی عظیم الشان فتوحات کے نقوش آج بھی زندہ و تابندہ ہیں ۔۔۔!

فرنگی سامراج کو للکارنے کا موقع آیا تو ایوانِ افرنگ میں ایک زلزلہ برپا کر دیا۔ دار و رسن کی سنگینیاں آئیں تو خندہ پیشانی سے ان کا استقبال کیا۔ علم و حکمت کا مرحلہ آیا تو مختلف علوم و فنون میں ایک ایسا معیار پیش کیا جس کی نظیر نہیں مل سکتی ہے۔ غرضیکہ زندگی کے ہر میدان میں انہوں نے قابلِ صد رشک کارہائے نمایاں انجام دئے ہیں۔

لیکن آج جب ہم اپنی زندگیوں کا جائزہ لیتے ہیں تو ہمیں اس بات کا اعتراف کرنا پڑتا ہے کہ جس طرح ہمارے اسلاف نے اپنے عصری تقاضوں اور وقتی ضروریات کا پورا پورا احساس کرتے ہوئے پیش آمدہ مسائل بڑی خوش اسلوبی کے ساتھ حل کئے تھے۔ اور اس دور میں اپنی عظمت کا سکہ منوایا تھا ۔۔۔ آج صورتِ حال کچھ مختلف ہو گئی ہے، بلکہ زندگی کے بیشتر میدان تشنۂ قیادت دکھائی دیتے ہیں ۔۔۔ اور قیادت و سیادت کی عظمت کا جو نشان ہمارے اسلاف نے قائم کیا تھا اس کے نقوش دھندلے پڑتے رہے ہیں۔ اور یہ احساس و تاثر اب عام ہو رہا ہے کہ دورِ حاضرہ میں "اہل حق" اپنی صلاحیتوں کا کوئی خاص مظاہرہ نہیں کر رہے ہیں۔ اور علمی، ادبی اور سیاسی اقتدار سے جو بالادستی ہمارے اسلاف نے قائم کی تھی ان مسندوں پر رفتہ رفتہ ایسے لوگ متمکن ہو رہے ہیں اور اپنی صلاحیتوں کے نقوش قائم کر رہے ہیں جو اہل حق کے دائرہ مخلصین میں سے نہیں ہیں۔

اس مجمل نشاندہی کا ماحصل یہ ہے کہ ہمیں اپنی موجودہ بے حسی، بے نظمی اور بے جان کارکردگی کا نئے انداز میں جائزہ لے کر اس بات کا فیصلہ کرنا چاہئے کہ ہم عصری تقاضوں کی تکمیل کس طرح کر سکتے ہیں اور اپنی صلاحیتوں کو بروئے کار لا کر اپنے اسلاف کی عظمت و عزت کے نقوش کس طرح اجاگر کر سکتے ہیں!

مندرجہ بالا اجمالی خاکہ ممکن ہے بعض حضرات کے لئے مشعلِ راہ ثابت نہ ہو سکے اس لئے وضاحتِ مسئلہ کے سلسلہ میں چند مثالی شخصیات کا مجملاً ذکر مناسب معلوم ہوتا ہے ان بزرگوں کی عظیم الشان خدمات یقیناً مشعلِ ہدایت ثابت ہو سکتی ہیں۔

حصولِ مقصد کے لئے از بس ناگزیر ہے کہ ہم اعلاءِ کلمۃ اللہ اور قیامِ خلافتِ اسلامیہ کے لئے اپنے ملکی اسلاف میں سے شہداءِ بالاکوٹ کو پیشِ نگاہ رکھیں۔ صحیح اسلامی تعلیمات و عقاید کے فروغ میں حضرت مولانا محمد قاسم نانوتویؒ اور مولانا محمد علی مونگیریؒ کو سیادتِ مدن علم و عمل اور مجاہدہ و ریاضت اور تزکیۂ نفس میں حضرت شیخ الہند مولانا محمود الحسنؒ مولانا حسین احمد مدنیؒ مولانا عبیداللہ سندھیؒ، مفتی کفایت اللہؒ، مولانا سید محمد انور شاہ کشمیریؒ، مولانا اشرف علی تھانویؒ، مولانا احمد علی لاہوریؒ، مولانا شبیر احمد عثمانیؒ، علامہ شبلیؒ، مولانا محمد الیاس دہلویؒ خطابت بیان اور اخلاص و ایثار میں امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ، چوہدری افضل حق اور مولانا محمد علی جوہر کو، صحافت و ادب میں مولانا ابوالکلام آزاد، مولانا حفظ الرحمان سیوہاروی، مولانا مناظر احسن گیلانی، مولانا اعزاز علی، اور سید سلیمان ندوی کو اور تصنیف و اشاعت کے اداروں میں ندوۃ المصنفین اور دارالمصنفین نے حسن کارکردگی کا جو بلند معیار قائم کیا ہے اسے مشعلِ راہ بنا کر ایسا اندازِ عمل اختیار کریں جو عصری ضروریات کی تکمیل بھی کرے اور اخلاف کے بارے میں یہ احساس و تاثر بھی قائم ہو کہ فی الواقع یہ لوگ اپنے اسلاف کے صحیح جانشین اور ان کی عظمت کو دوبالا کرنے کا باعث ہیں۔

اس عظیم مقصد کے حصول کے لئے ضروری ہے کہ ان اسلاف کی وراثت و نیابت کے علمبردار حضرات اپنی غیر مؤثر جدا جدا اور گروہی کارگذاریوں کو خیرباد کہہ کر ایسی اجتماعی جد و جہد کا آغاز کریں کہ دورِ ماضی کے دھندلے نقوش تابندہ و درخشاں ہو کر سامنے آ جائیں اور دنیا کو یہ معلوم ہو سکے کہ اہل حق فی الواقع اپنی اعلیٰ صلاحیتوں سے کام لے کر اسلام اور ملتِ اسلامیہ کی لائق صد افتخار خدمات انجام دے رہے ہیں۔



۲۲ ذی الحجہ ۱۳۸۵ھ مطابق ۱۴ اپریل ۱۹۶۶ء

زندگی کے لمحات کو قیمتی جانیں اور اپنے فرائض کو ادا کریں

حضرت مولانا عبید اللہ انور صاحب مدظلہ العالی

الحمد للہ وکفیٰ وسلامٌ علیٰ عبادہ الذین اصطفیٰ : اما بعد : فاعوذ باللہ من الشیطٰن الرجیم :
بسم اللہ الرحمٰن الرحیم:-

مرتبہ: خالد سلیم

مَیں سب سے پہلے اللہ تعالےٰ کا شکر ادا کیا کرتا ہوں کہ اس نے ہمیں اپنی بارگاہ میں حاضر ہو کر اپنی یاد کی توفیق عطا فرمائی ۔ یہ جو آپ اللہ کے دربار میں حاضر ہو کر ذکر کرتے ہیں یہ محض اللہ کا فضل و کرم ہے ۔ اُس کی یہ خاص عنایت ہے ۔ اس کا جتنا بھی شکر کریں کم ہے ۔ زندگی کا ایک ایک لمحہ بڑا قیمتی ہے ۔ امتحان سے پہلے جو تیاری ہو جائے وہی کام آتی ہے ۔ اسی طرح اس چند روزہ زندگی میں آخرت کے امتحان کی تیاری خوب زوروں سے کرنی چاہیئے ۔ تاکہ امتحان میں کامیاب ہو جائیں ۔ لیکن اگر اس فرصت اور موقع سے فائدہ نہ اٹھایا ۔ اللہ تعالےٰ کی عبادت اور ذکر میں وقت صرف نہ کیا ۔ نافرمانیوں میں زندگی بسر کر دی تو پھر آخرت کے امتحان میں سخت مشکل پیش آئے گی اور ناکامی کی صورت میں جہنم کا منہ دیکھنا پڑے گا ۔ (اللّٰھم لا تجعلنا منھم)

ہر مجلس ذکر میں اکثر احباب نئے ہوتے ہیں ۔ انہیں یہاں آنے کا مقصد مختصراً عرض کرتا ہوں :-

ہر انسان نے اس دنیا سے واپس ضرور جانا ہے ۔ آنا اتنا یقینی نہیں ہے جتنا جانا یقینی ہے ۔ سوچنے اور غور کرنے کی بات ہے کہ اللہ تعالےٰ نے یہ ساری کائنات کا کھیل کیوں رچایا ہے ۔ یہ زمین و آسمان، چاند سورج اور ستارے، ہوا، پانی، پہاڑ، چرند پرند وغیرہ کسی مقصد کے لئے بنائے ہیں ۔ اللہ تعالیٰ قرآن مجید میں فرماتے ہیں کہ مَیں نے یہ نظامِ حیات صرف انسان کے لئے بنایا ہے ۔ زمین و آسمان کی سب چیزیں انسان کی خدمت اور فائدے کے لئے ہیں ۔ جب سارا کارخانہ انسان کے لئے ہے تو پھر انسان کے پیدا کرنے کا مقصد کیا ہے؟ تو ارشاد ہے :-

مَاخَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنْسَ اِلَّا لِیَعْبُدُوْنِ ○ مَیں نے جنّ اور انسان کو فقط اپنی عبادت کے لئے پیدا کیا ہے ۔ انسان کو اشرف المخلوقات بنایا ۔ انسان کو سب سے اعلیٰ تقویم پر ہم نے پیدا کیا ۔ لَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ فِیْٓ اَحْسَنِ تَقْوِیْمٍ ۔ ہم نے انسان کو کیسے اچھے سانچے میں ڈھالا ۔ اور کیسی کیسی قوتیں اور ظاہری و باطنی خوبیاں اس کے وجود میں جمع کی ہیں ۔ اگر یہ اپنی صحیح فطرت پر ترقی کرے تو فرشتوں سے گویا سبقت لے جائے بلکہ مسجودِ ملائکہ بنے ۔ لیکن جب یہ اپنے فرائض کو نظر انداز کر دے اور اپنے مقصدِ حیات کو بھول جائے تو یہ پھر چوپایوں سے بھی بدتر ہے ؎

بندہ آمد از برائے بندگی
زندگی بے بندگی شرمندگی

عبادت کا مفہوم یہ ہے کہ انسان روزانہ ۵ وقت کی نماز ادا کرے ۔ رمضان کے ۳۰ روزے رکھے ۔ اللہ نے مال و دولت دی تو حج و زکوٰۃ ادا کرے ۔ اس کے علاوہ ماں باپ، رشتے داروں، ہمسایوں اور دوسرے مسلمانوں کے ساتھ حسن سلوک سے پیش آئے رزقِ حلال کے لئے کوشش و سعی کرے ۔ فارغ اوقات میں خوب ذکر اللہ اور تلاوتِ قرآنِ پاک کرے یعنی اس کی زندگی کا سارا پروگرام رضاء الٰہی کے لئے اور سنتِ نبوی پر ہو ۔ جب انسان کی نیت نیک ہو جائے، صرف اللہ کی ذات کو خوش کرنا مقصود بن جائے تو پھر اُس کا چلنا پھرنا، اُٹھنا بیٹھنا کھانا پینا، لین دین، کاروبار غرض سب کچھ عبادت بن جاتا ہے ۔

حضرتؒ اس کی اس طرح تشریح فرمایا کرتے تھے کہ انسان اگر اس نیت سے کماتا ہے کہ مَیں اپنے بیوی بچوں کے حقوق ادا کر سکوں کسی دوسرے کا رزق کے معاملے میں محتاج نہ بنوں اور روکھی سوکھی کھا کر خوب اللہ کی عبادت کر سکوں تو اس کا محنت و مزدوری کرنا، ملازمت کرنا اور رزق حلال کی تلاش میں کاروبار کرنا وغیرہ سب عبادت بن جائے گا ۔ انسان سوتا ہے ۔ اگر یہ نیت ہو کہ مَیں رات کو سو جاؤں تاکہ صبح کی نماز اور تہجد اطمینان کے ساتھ پڑھ سکوں تو اُس کا سونا بھی عبادت ہے ۔ انسان رفع حاجت کے لئے اس نیت سے جائے کہ مَیں اس سے فراغت حاصل کر کے اطمینان و سکون کے ساتھ عبادت کر سکوں گا تو ٹٹی پیشاب کرنا بھی اس کا عبادت بن جائے گا ۔ غرض یہ کہ رضاء الٰہی کی نیت ہو ۔ تو سب کام اور سارا وقت عبادت بن جاتا ہے ۔

ہمارا یہاں ہر جمعرات کو جمع ہونے کا مقصد یہ ہے ۔ کہ ہم جو اپنا مقصدِ حیات بھول گئے ہیں اس کو یاد کریں ۔ اور اپنے فرائض اور ذمہ داریوں کو ادا کرنے کی کوشش و سعی کریں ۔ سنتِ نبویؐ کے طریقہ پر بزرگانِ دین نے بیعت کا سلسلہ جاری کیا ہے ۔ انسان اپنے گذشتہ گناہوں کی معافی مانگتا ہے اور آئندہ وعدہ کرتا ہے کہ وہ اپنی ساری زندگی اللہ اور اس کے رسولؐ کے احکامات کے مطابق گذارے گا ۔ اس کے لئے عملی طور پر کوشش کرتا ہے ۔ اپنے فرائض ادا کرتا ہے ۔ وقت نکال کر اُن اللہ والوں کے بتائے ہوئے طریقہ پر اللہ اللہ کرتا ہے ۔ یہ سارا ذکر اللہ کرنے کا طریقہ اور بیعت کا سلسلہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے طریقہ ہی پر ہے ۔ جب انسان کسی چیز کو زبان سے بار بار دہرائے تو وہ دل میں جم جاتی ہے ۔ اسی طرح اللہ اللہ کرنے سے انسان کے دل و دماغ میں اللہ تعالیٰ کا خیال جم جائے گا ۔ پھر انسان گناہ کرتے وقت

(باقی صفحہ ۶ پر)



۳۰ر ذی الحجہ ۱۳۸۵ھ بمطابق ۲۲ر اپریل ۱۹۶۶ء

آخرت کی نجات کا تمام تر دار و مدار ایمان اور عمل پر ہے

حضرت مولانا عبید اللہ انور صاحب مدظلہ العالی

الحمد للہ وکفی وسلام علی عبادہ الذین اصطفی: اما بعد: فاعوذ باللہ من الشیطن الرجیم:
بسم اللہ الرحمن الرحیم:-

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَنْفِقُوْا مِمَّا رَزَقْنٰكُمْ مِّنْ قَبْلِ اَنْ يَّاْتِيَ يَوْمٌ لَّا بَيْعٌ فِيْهِ وَلَا خُلَّةٌ وَّلَا شَفَاعَةٌ ۭ وَالْكٰفِرُوْنَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ ۝

(پ ۳ - سورۃ البقرہ - آیت ۲۵۴)

ترجمہ: اے ایمان والو! جو ہم نے تمہیں رزق دیا ہے اس میں سے خرچ کرو اس دن کے آنے سے پہلے کہ جس میں نہ کوئی خرید و فروخت ہوگی اور نہ کوئی دوستی اور نہ کوئی سفارش اور جو کافر ہیں وہی ظالم ہیں۔

حاشیہ شاہ عبد القادر رحمۃ اللہ علیہ

یعنی عمل کا وقت ابھی ہے۔ آخرت میں نہ عمل بکتے ہیں نہ کوئی آشنائی سے دیتا ہے۔ نہ کوئی سفارش سے چھڑا سکتا ہے۔ جب تک پکڑنے والا نہ چھوڑے۔

بزرگان محترم! اللہ جل شانہ اس آیت مبارکہ میں مسلمانوں کو یہ حکم دے رہے ہیں کہ اے ایمان والو! اُس میں سے خرچ کرو جو ہم نے تمہیں عطا کیا ہے (رَزَقْنٰكُمْ)۔

صاف ظاہر ہے کہ مال و دولت، رزق اور خوشحالی اور جسم و جان سب اللہ ہی کے عطا کردہ ہیں۔ اور اللہ تعالیٰ کو یہ حق پہنچتا ہے کہ وہ جن کاموں میں چاہے مال و دولت اور جان صرف کرنے کا حکم دے۔ پس اس نکتۂ نظر سے

حاصل

اس آیت کا یہ نکلا کہ اے ایمان والو! تمہیں جان و مال دینے والے ہم ہیں۔ لہٰذا تمہیں اس چیز کا خوف نہیں ہونا چاہیئے کہ اللہ کی راہ میں جان و مال خرچ کرنے سے تم گھاٹے میں رہو گے، غریب و نادار ہو جاؤ گے یا آئندہ کے لئے کچھ بچا نہیں سکو گے۔ بلکہ اس چیز پر نظر رکھو کہ تمہارا اپنا کچھ نہیں۔ یہ صرف ہماری دین ہے۔ ہم ہی اس کے عطا کرنے والے ہیں۔ اور ہمیں حق پہنچتا ہے کہ جس وقت چاہیں اور جس طرح چاہیں اس کے استعمال کا حکم دیں۔

دیکھو! ایسا نہ ہو کہ تم مال و متاع دنیا کی محبت میں پڑ کر اسے جمع کرتے رہو، اسے صرف اپنے نفس کے آرام و راحت ہی پر خرچ کرو۔ اور اس اثنا میں زندگی کی عارضی مہلت ختم ہو جائے اور آنے والا دن سامنے آجائے۔ جس دن نہ تو دنیا کی طرح خرید و فروخت ہو سکے گی کہ قیمت دے کر نیکیاں خرید لو اور بدی کی سزا سے نجات حاصل کر لو۔ نہ کسی کی یاری کام آئے گی کہ اس کے سہارے گناہ بخشوا لو۔ اور نہ ایسا ہی ہو سکے گا کہ کسی کی سعی و سفارش سے کام نکال لیا جائے۔ اُس دن صرف ایمان و عمل ہی نجات دلا سکیں گے۔

دیکھو! آخرت کے معاملات کو اس دنیا کے معاملات پر محمول نہ کرو۔ یہاں داؤ، فریب اور دوستی یا سفارش سے کام چل سکتا ہے۔ لیکن وہاں کوئی چیز سوائے ایمان اور ایمانِ صالح کے کام نہ آئے گی ۔۔۔ پس یاد رکھو! کہ جو لوگ اس حقیقت سے منکر ہیں یہی لوگ یقیناً اپنے ہاتھوں اپنا نقصان کرنے والے ہیں۔

حدیث شریف

میں آتا ہے کہ رحمت دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں:-

تبع المیت ثلثۃ تبع اهله وماله وعمله فیرجع اثنان ویبقی واحدا۔

یعنی کسی مرنے والے کے پیچھے تین چیزیں اس کی قبر تک جاتی ہیں (۱) اُس کے اہل و عیال (۲) مال و منال (۳) اور اعمال۔ اُس کے اہل و عیال اور مال و منال پہلی دونوں چیزیں تو واپس آجاتی ہیں مگر تیسری چیز اُس کے ساتھ رہتی ہے۔

ہمارے حضرتؒ اس حدیث کی شرح میں فرمایا کرتے تھے کہ اگرچہ مال و دولت آنکھیں بند ہوتے ہی غیر کی ملک ہو جاتے ہیں تاہم میت کو قبر تک پہنچانے تک وہ اسی کی طرف منسوب ہوتے ہیں اور خویش و اقارب بھی اُس کے ساتھ ہمدردی کا اظہار کرتے ہیں۔ مگر جونہی میت کو دفن کیا جاتا ہے یہ دونوں رُخ بدل لیتے ہیں۔ اسی لئے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مرنے کے بعد تین چیزیں اہل و عیال، مال و منال اور اعمال جن کے ساتھ میت کو خاص تعلق تھا قبر تک اس کے ساتھ ہوتے ہیں مگر خویش و اقارب اور مال و دولت تو واپس ہو جاتے ہیں اور عمل وہیں رہ جاتے ہیں، قبر میں بھی ساتھ رہتے ہیں، حشر میں بھی کام آتے ہیں اور آخرت میں بھی ساتھ نہیں چھوڑتے۔

خلاصہ

یہ نکلا کہ آخرت کی بہتری اور نجات کا مدار اعمال صالحہ پر موقوف ہے۔

حضور پُر نور صلی اللہ علیہ وسلم

کا ارشاد گرامی ہے۔ آپؐ فرماتے ہیں کہ پانچ چیزوں کو پانچ چیزوں سے پہلے غنیمت سمجھو۔ (۱) شباب کو بڑھاپے سے پہلے کیونکہ بڑھاپا آنے سے آدمی میں نہ جوانی کے سے عزائم رہتے ہیں نہ جوش عمل ہی اس قدر ہوتا ہے ایک ایک قوت بتدریج رخصت ہوتی جاتی ہے۔ اس لئے جو کچھ کرنا ہو جوانی ہی میں کر لو۔ (۲) غنا کو فقر سے پہلے غنیمت سمجھو کیونکہ دولت چلتی پھرتی چھاؤں ہے۔ آج کسی کے پاس ہے تو کل کسی کے پاس ہوگی۔ اس لئے جب اللہ نے دولت دی ہے تو غفلت نہ کرو۔ آسودہ حالی میں انسان وہ وہ عمل خیر کر سکتا ہے جو غربت اور افلاس کی حالت میں وہ ہرگز نہیں کر سکتا۔ (۳) صحت کو بیماری سے پہلے غنیمت سمجھو۔

اور صحت و تندرستی کی حالت میں جو کچھ ممکن ہوسکے کر لو کیونکہ بیماری میں کچھ نہیں ہوسکے گا۔ (۴) فراغت کو مصروفیت سے پہلے غنیمت سمجھو کیونکہ آج تمہیں فراغت ہے ممکن ہے کل نہ ہو اور جو کام آج کرنا چاہتے ہو وہ کل نہ کر سکو (۵) زندگی کو موت سے پہلے غنیمت سمجھو کیونکہ موت کا کوئی علم نہیں کہ کب آجاتے اور ملک الموت گرفتاری کا وارنٹ لے کر پہنچ جائیں۔ پھر نہ توبہ کی مہلت دیں گے نہ استغفار کی۔ نہ نماز کے لئے چھوڑیں نہ خیرات کے لئے وقت دیں۔ لہٰذا جو کچھ ممکن ہو موت سے پہلے پہلے کر لو اور اس حیاتِ مستعار کو غنیمت سمجھو۔ اس زندگی میں جو کچھ کرلو گے وہاں وہی کام آئے گا اور اعمالِ صالحہ کی شکل میں یہاں کا جمع کیا ہوا سرمایہ وہاں خرچ ہوگا۔ پس اگر آج یہاں سے خالی ہاتھ گئے اور اعمالِ حسنہ ساتھ نہ ہوئے تو وہاں پھر بجز پچھتاوے کے اور کچھ ہاتھ نہ آئے گا۔

محترم حضرات!

ہم اور آپ تو چھوٹے درجے کے لوگ ہیں وہاں تو بڑوں بڑوں سے اعمال ہی کی پرسش ہوگی۔ اور جیسا کہ آیتِ مذکورہ بالا میں واضح ہے۔ کسی رشتہ داری، کسی کی سفارش کسی کی وکالت، کسی کی ضمانت وہاں کسی کام نہ آئے گی۔

تمام قرآن پڑھنے اور سمجھنے والے حضرات اچھی طرح جانتے ہیں کہ حضرت نوح علیہ السلام کا بیٹا بد اعمال ہونے کے باعث جہنم میں جھونک دیا جائے گا۔ حضرت نوح علیہ السلام اور حضرت لوط علیہ السلام کی بیبیوں کو کوئی بچانے والا نہ ہوگا۔ حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام کے والد محض اپنے اعمال کی وجہ سے دوزخ میں ڈال دئے جائیں گے۔

حدیث شریف میں آتا ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام عرض کریں گے کہ الٰہی! میں نے تجھ سے دعا کی تھی کہ مجھے قیامت کے دن رسوا نہ کرنا۔ مگر آج میرا باپ جہنم میں جا رہا ہے۔ اس سے بڑھ کر میری رسوائی کیا ہوسکتی ہے۔ اللہ تعالیٰ اُن کے باپ کی شکل بدل دیں گے اور فرشتے گھسیٹ کر اُسے جہنم میں لے جائیں گے۔ مگر حضرت خلیل اللہ علیہ السلام کی سفارش پر اُسے رہائی نصیب نہ ہوسکے گی۔ اسی طرح خود سرورِ دو عالم سید دو عالم حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے وہ چچے جو ایمان اور اعمالِ صالحہ سے محروم دنیا سے گئے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی رشتہ داری اُن کے کسی کام نہ آسکے گی۔

اس کے برعکس حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک ادنیٰ امتی جو ایمان کی حالت میں دنیا سے اٹھا اور نیک اعمال کا سرمایہ ساتھ لے کر گیا اُس کے حق میں آپ کی شفاعت قبول کر لی جائے گی۔

اس سے معلوم ہوا کہ وہاں ایمان اور اعمال ہی کی پرسش ہے۔ جس کے اعمال اچھے ہوں گے وہ بچ جائے گا اور نجات پا جائے گا اور جس کے پاس اعمالِ حسنہ کا سرمایہ نہ ہوگا جہنم رسید ہوگا۔

اللہ تعالیٰ ہمارا خاتمہ ایمان پر فرمائے اور ہم اعمالِ صالحہ کا ذخیرہ لے کر اُس کے حضور پیش ہوں۔ آمین یا اللہ العالمین!!

بقیہ: مجلس ذکر

ڈرے گا اور نیکی کے کام بکثرت کرے گا۔

حضرتؒ فرمایا کرتے تھے کہ صحیح اور مکمل انسان وہ ہے جو خدا کو عبادت سے رسولِ خدا کو اطاعت سے اور مخلوق کو خدمت سے خوش رکھے۔

تصوف یعنی اللہ اللہ کرنے کا طریقہ انسان کے مقصدِ حیات کو حاصل کرنے کا آسان طریقہ ہے۔ انسان گناہوں کا پُتلا ہے۔ چھوٹے بڑے اور تھوڑے زیادہ گناہ انسان سے ہوتے رہتے ہیں۔ جس طرح سفید کپڑا کوشش کے باوجود میلا ہو جاتا ہے اسی طرح انسان خطا و نسیان کا مرتکب ہوتا ہی رہتا ہے۔ ذکر اللہ اور عبادت کرنے سے انسان کے گناہ خود بخود معاف ہو جاتے ہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ نماز پڑھنے سے گذشتہ نماز سے اس نماز تک کے گناہ معاف ہو جاتے ہیں۔ وضو کرنے سے ہاتھ پاؤں آنکھ کان زبان وغیرہ کے گناہ معاف ہو جاتے ہیں۔ انسان کبیرہ گناہوں سے خود بچے تو صغیرہ گناہ جو بکثرت ہوتے رہتے ہیں عبادت و ذکر اللہ کرنے سے معاف ہو جاتے ہیں — اب اگر کوئی نماز پڑھے ہی نہ اور اسے ذکر اللہ کا خیال ہی نہ ہو۔ تو اس کے گناہ بجائے معاف ہونے کے زیادہ ہوتے جائیں گے اور ایک دن ایسا آئے گا کہ دل سارا سیاہ ہو جائے گا۔ پھر نیکی، بدی اور اچھائی برائی کی تمیز ہی نہ رہے گی۔ اور پھر گناہوں کا پلہ بھاری ہونے کی وجہ سے آخرت میں جہنم رسید ہوگا اور قبر کے عذاب میں مبتلا ہوگا۔

ہم یہاں تربیت کے لئے اکٹھے ہوتے ہیں۔ تاکہ اپنی کوتاہیوں کی طرف نظر کریں۔ اور ان کو دور کرنے کی کوشش کریں۔ یاد رکھیں وہی وقت کام آئے گا جو رضا الٰہی کے لئے صرف ہوا ہو، نماز و عبادت اور ذکر اللہ میں صرف کیا ہوا وقت اور یہاں آپ کا رضا الٰہی کی نیت سے آنا یقیناً آخرت میں کام دے گا۔ اور یہی وقت جنت کا ٹکٹ ہے۔ یہ سب اس وقت ہے جب اخلاص ہو، رضا الٰہی کی نیت ہو۔ کیونکہ اگر اخلاص نہیں تو پھر یہ ریا ہے جو شرکِ اصغر ہے۔ لوگوں کے دکھاوے کے لئے نیک اعمال کرنے، خلقِ خدا میں ناموری اور مشہوری حاصل کرنے کے لئے ذکر اللہ اور عبادت کرنا سب رائگاں جائے گا۔ اور اگر آپ ذکر اللہ اور عبادت کے بعد غرور اور گھمنڈ کرنے لگ جائیں اور اپنے آپ کو خوب نیک سمجھنا شروع کر دیں تو یہ خیال بھی اعمال کو ضائع کر دے گا۔

حضرتؒ فرمایا کرتے تھے کہ قبر کے ولے ورے ایمان کے چھن جانے کا خطرہ ہے۔ میں نے بڑے بڑے مشہور و معروف علمائے کرام کا ایمان سلب ہوتے دیکھا ہے۔ کسی بڑے گناہ اور غرور و تکبر کی وجہ سے۔ ہر وقت اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہنا چاہئے۔ جتنا وقت بھی گذرتا جا رہا ہے۔ آپ کی زندگی کم ہوتی جا رہی ہے آپ موت کے قریب ہوتے جا رہے ہیں۔ آپ اس زندگی کے لمحات کو غنیمت جانیں، عبادت کی طرف توجہ دیں، اپنے فرائض کو ادا کریں، رزقِ حلال کے لئے کوشش کریں، اپنے گھروں کو قبرستان نہ بنائیں، اپنے بیوی بچوں کو دین کی طرف لگائیں۔ دوستوں رشتے داروں اور جہاں بھی آپ جائیں نیکی کی اشاعت کریں آج کا سبق یہ ہے کہ آپ ذاتی اصلاح کی طرف زیادہ توجہ دیں، اپنی کمزوریوں کو دُور کریں۔ اور جہاں تک آپ کا دائرہ اختیار ہے وہاں تک نیکی کی اشاعت کرتے رہیں۔ اللہ تعالیٰ عمل کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین!

وَمَا اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِيْنَ

حسبِ ذیل درسِ قرآن حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب مہتمم مدرسہ قاسم العلوم ملتان نے مدرسہ احیاء العلوم عیدگاہ مظفرگڑھ کے جلسے میں دیا۔ مضامین کی اہمیت و افادیت کے پیشِ نظر "خدام الدین" میں شائع کیا جا رہا ہے۔

مرتبہ: مولانا حافظ نثار احمد صاحب لیکچرار گورنمنٹ کالج مظفرگڑھ

خطبۂ مسنونہ کے بعد حضرت مولانا نے سورۃ انبیاء کی مشہور آیت مبارکہ وَمَا اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِيْنَ تلاوت فرمائی۔ اس کے بعد مشہور حدیث خیرکم من تعلم القرآن و علمہ پڑھی۔ پھر ارشاد فرمایا کہ تمام مخلوقات میں سب سے زیادہ اشرف انسان ہے، انسانوں میں سب سے اشرف اُمت اُمتِ محمدیہ صلی اللہ علیہ وسلم ہے۔ پھر امت میں سب سے اشرف و اعلیٰ وہ لوگ ہیں جو قرآن حکیم کو پڑھتے اور پڑھاتے ہیں۔ گویا وہ لوگ خلاصۂ کائنات ہیں۔ قرآن کریم کی ایک آیت کا پڑھنا اور پڑھانا بھی دنیا و مافیہا سے بہتر ہے۔ یہ دنیا اور اس کی تمام چیزیں فانی ہیں۔ لیکن ایک آیت کے سیکھنے اور سکھانے کا ثواب اور فائدہ غیر مختتم ہے۔

اس کے بعد ارشاد فرمایا کہ اب میں اس آیت مبارکہ کی تفسیر و تشریح کروں گا۔ اس آیت مبارکہ میں دو اہم مضامین بیان کئے گئے ہیں۔ ایک تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا رحمت للعالمین ہونے کا وصف، دوسرے وصفِ رسالت — دراصل یہ دونوں اوصاف تمام اوصاف کے جامع ہیں۔ اس لئے اس آیت مبارکہ میں ان دو اہم ترین اوصاف کو بطور عنوان بیان فرمایا۔

رحمت اللعالمین میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے تمام عالموں کے لئے رحمت ہونے کا بیان ہے۔ عالمین، عالم کی جمع ہے — حضور صلی اللہ علیہ وسلم تمام عالموں کے لئے رحمت ہیں۔ عالم بے شمار ہیں۔ پرندوں کا عالم، چرندوں کا عالم، بہائم کا عالم، درختوں کا عالم، پہاڑوں کا عالم، پتھروں کا عالم، نہروں، دریاؤں اور سمندروں کا عالم، معدنیات سونے، چاندی اور ہیرے جواہرات کے عالم پھر مچھلیوں، مینڈکوں اور دیگر سمندری مخلوقات کے عالم۔ اسی طرح مکھیوں، مچھروں، چیونٹیوں اور بے شمار حشرات الارض کے عالم — علیٰ ہذا القیاس — فرشتوں کا عالم، جنات کا عالم پھر انسانوں کا عالم۔ غرضیکہ عالموں کی تعداد بے حد و حساب ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ان تمام عالموں کے لئے رحمت ہیں۔

انسانوں کے لئے تو آپ کا رحمت ہونا بڑی آسانی سے سمجھ میں آ جاتا ہے آپ کے ذریعے تمام عالم کو ہدایت نصیب ہوئی۔ شرک، کفر، بدعات، معصیت کے نتائج بد سے آپ نے تمام عالم کے لوگوں کو خبردار کیا، نیکوکاروں اور اہل ایمان کی تمام سعادتوں اور کامیابیوں، انواع و اقسام کی بے شمار نعمتوں کے حصول کا ذریعہ آپؐ کی مبارک تعلیم ہی ہے۔ لہٰذا اہل ایمان کے لئے تو آپؐ کا رحمت ہونا بالکل اظہر من الشمس ہے، لیکن آپ کی ذاتِ بابرکات تو مشرکین و کفار کے لیے بھی سراپا رحمت ہے۔ اس رحمت کا پورا ظہور میدانِ حشر میں ہوگا۔ جبکہ آدم علیہ السلام سے لے کر قیامت تک کے تمام جن و انس موجود ہوں گے نفسی نفسی کا عالم ہوگا۔ اللہ جل شانہ کے جلال و جبروت کا مظاہرہ ہوگا۔ ایک طویل عرصہ اس حالت پر گذر جائے گا۔ میدانِ حشر کی صعوبت اور تکلیف سے گھبرا کر لوگ کہیں گے کہ کسی طرح حساب قائم ہو۔ تو خواہ جنت کا فیصلہ ہو یا دوزخ کا۔ حساب قائم کرانے کی درخواست لوگ تمام جلیل القدر انبیاء علیہم السلام کے پاس جائیں گے۔ لیکن سب ہی معذرت کا اظہار کریں گے۔ صرف آقائے نامدار، امام الاولین والآخرین رحمۃ اللعالمین احمد مجتبیٰ محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم اس کا اقرار کریں گے — اللہ تعالیٰ کی بے حد حساب حمد و ثنا بیان فرمائیں گے اور اللہ تعالیٰ کی رحمت بے پایاں کو جوش میں لا کر اس کے قہر و جلال کو ٹھنڈا کریں گے۔ حساب قائم ہوگا اور شفاعت کبریٰ کا دروازہ کھلے گا۔ اور اس طرح تمام جن و انس بلا لحاظ مشرک، کافر، فاسق و فاجر اور مومن اور صالح سب کے لئے آپ کی رحمت اللعالمینی کا کامل ظہور ہوگا۔

اب رہا آپ کا دیگر تمام عالموں کے لئے رحمت ہونا۔ اس کے سمجھنے کے لئے ہمیں قرآن کریم کی دیگر آیات پر غور کرنا ہوگا۔ کیونکہ قرآن کریم کی آیات مبارکہ باہم ایک دوسری کی تفسیر و تشریح کرتی ہیں۔ چنانچہ آیئے ہم اس سلسلے میں قرآن کریم کی حسبِ ذیل آیات پر غور کریں۔

۱۔ تُسَبِّحُ لَهُ السَّمٰوٰتُ السَّبْعُ وَالْاَرْضُ وَمَنْ فِيْهِنَّ ط وَاِنْ مِّنْ شَيْءٍ اِلَّا يُسَبِّحُ بِحَمْدِهٖ وَلٰكِنْ لَّا تَفْقَهُوْنَ تَسْبِيْحَهُمْ ط۔

(سورہ بنی اسرائیل - آیت ۴۴)

ترجمہ: تمام ساتوں آسمان اور زمین اور جتنے ان میں ہیں اُس کی تسبیح بیان کر رہے ہیں۔ اور کوئی چیز ایسی نہیں جو تعریف کے ساتھ اُس کی پاکی (قالاً و حالاً) بیان نہ کرتی ہو لیکن تم لوگ ان کی پاکی بیان کرنے کو سمجھتے نہیں ہو۔

۲۔ اَلَمْ تَرَ اَنَّ اللّٰهَ يُسَبِّحُ لَهٗ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَالطَّيْرُ صٰٓفّٰتٍ ط كُلٌّ قَدْ عَلِمَ صَلَاتَهٗ وَتَسْبِيْحَهٗ ط

(سورۃ النور - آیت ۴۱)

ترجمہ: کیا تجھ کو معلوم نہیں کہ اللہ کی پاکی بیان کرتے ہیں سب جو کچھ کہ آسمانوں اور زمین میں (مخلوقات) ہیں۔ اور (بالخصوص) پرندے جو پر پھیلاتے ہوئے ہیں۔ سب کو اپنی اپنی دعا اور تسبیح معلوم ہے۔

۳۔ اَلَمْ تَرَ اَنَّ اللّٰهَ يَسْجُدُ لَهٗ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَمَنْ فِي الْاَرْضِ وَالشَّمْسُ وَالْقَمَرُ وَالنُّجُوْمُ وَالْجِبَالُ وَالشَّجَرُ وَالدَّوَآبُّ وَكَثِيْرٌ مِّنَ النَّاسِ ط (سورۃ حج آیت ۱۶)

ترجمہ: اے مخاطب! کیا تجھ کو یہ بات معلوم نہیں کہ اللہ تعالیٰ کے سامنے (اپنی اپنی حالت کے مناسب) سب عاجزی کرتے ہیں جو کہ آسمانوں میں ہیں اور جو زمین میں ہیں۔ اور سورج اور چاند اور ستارے اور پہاڑ اور درخت اور چوپائے اور بہت سے (نو) آدمی بھی۔

ان آیاتِ مبارکہ سے ہمیں کئی باتیں معلوم ہوتی ہیں:-

۱۔ انسانوں اور حیوانوں کے علاوہ دیگر

تمام مخلوقاتِ عالم، پہاڑ، شجر، حجر وغیرہ میں بھی حیات پائی جاتی ہے۔

۲۔ ان مخلوقات میں بھی حس اور شعور پایا جاتا ہے۔ چنانچہ جدید سائنس کے تجربات نے بھی اس کی تصدیق کر دی ہے۔

۳۔ یہ تمام مخلوقات بھی اللہ تعالیٰ کی تسبیح بیان کرتی ہیں اور اپنے طریق عبادت کو بخوبی جانتی ہیں۔ یہ بات دوسری ہے۔ کہ ہم ان کی تسبیح و عبادت کا فہم و ادراک نہ رکھتے ہوں۔

۴۔ نیز یہ کہ ماسوائے جن و انس کے کوئی بھی خدائے وحدہٗ لاشریک کی عبادت سے غافل نہیں اور صرف اسی کی عبادت کرتا ہے۔ اُس کے ساتھ کسی کو بھی شریک نہیں ٹھہراتا۔

پھر یہ بات بھی ملحوظِ خاطر رہے کہ یہ تسبیح محض حالی نہیں بلکہ یہ چیزیں بزبان قال بھی اللہ کی تسبیح بیان کرتی ہیں۔ جیسا کہ ایک حدیث میں آتا ہے کہ صحابہ کرام نے پلیٹوں میں رکھے ہوتے کھانے سے اللہ کی تسبیح کی آواز گونجتی ہوئی سنی۔

بہر حال اب ہم ان آیاتِ مبارکہ کی روشنی میں انسانوں اور جنوں کے علاوہ دیگر تمام مخلوقات اور عالموں کے حق میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا رحمت ہونا بخوبی سمجھ سکیں گے۔

یہ ظاہر ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت سے قبل تمام دنیا شرک —— جو ظلم عظیم ہے —— کی پلیدگیوں میں سرتا پا لتھڑی ہوئی تھی۔ اور اللہ کے سوا ہر چیز کو پوج رہی تھی۔ چاند، سورج، ستاروں کی پرستش ہو رہی تھی۔ درختوں، پتھروں، پہاڑوں، حیوانات حتیٰ کہ سانپوں، بچھوؤں، مچھلیوں اور مینڈکوں کو پوجا جا رہا تھا۔ اسی طرح یہ اشرف المخلوقات جنات، فرشتوں، دریاؤں، سمندروں غرضیکہ کائنات کی ادنیٰ سے ادنیٰ چیزوں کی عبادت کر رہا تھا۔ حالانکہ یہ تمام مخلوقات صرف خدائے واحد ہی کی تسبیح و تحمید بجا لا رہی تھیں۔ لیکن ظالم و جاہل انسان خود ان چیزوں کو اپنا معبود بنائے ہوئے تھا جیسا کہ قرآن حکیم کی آیات کی روشنی میں بیان کیا گیا کہ یہ چیزیں حیات اور شعور و احساس رکھتی ہیں لہٰذا انسان کے ان چیزوں کو اللہ وحدہٗ لاشریک لہٗ کے ساتھ شریک کرنے اور اس کی بجائے ان کی عبادت کرنے پر یہ تمام مخلوقات انتہائی ناگواری، اذیت اور تکلیف محسوس کر رہے تھے۔ اور ان تمام عالموں میں انسانوں کے خلاف انتہائی ناراضگی، بغض اور عناد پایا جاتا تھا۔ اور اس ظلم عظیم پر یہ تمام عالم شجر، حجر، دریا، سمندر، مینڈک، مچھلی، حشرات الارض، سورج، چاند، ستارے، فرشتے، جنات سب ہی انتہائی کرب میں مبتلا تھے اور انسانوں کے لئے سراپا بد دعا بنے ہوتے تھے۔

لیکن حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی مبارک تعلیمات کی بدولت انسان نے تمام معبودوں کو خیرباد کہہ کر صرف اللہ واحد کی عبادت شروع کر دی اور شرک کی تمام راہیں مسدود ہو گئیں۔ اس سے ان تمام مذکورہ بالا عالموں اور مخلوقات کو اُس اذیت اور کرب سے نجات ملی۔ اور اب ان میں خوشی مسرت اور شادمانی کی ایک عام لہر دوڑ گئی اور وہ بددعا کرنے کی بجائے نوعِ انسان کے لئے سرتا پا دُعا بن گئیں۔ چونکہ یہ سب کچھ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی لائی ہوئی مبارک تعلیمات کی بدولت ہوا۔ لہٰذا ان تمام کے حق میں آپ کا سرتا پا رحمت ہونا بخوبی معلوم ہو گیا۔ پھر ان تمام عالموں کی حفظ و بقا بھی اس وقت تک ہے جب تک صفحہ ہستی پر اللہ تعالیٰ کے بابرکت نام کے لینے والے موجود ہیں۔ اور ظاہر ہے کہ قیامت تک لوگ اللہ تعالیٰ کا نام حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی مبارک تعلیمات و ہدایات کی بدولت ہی لیں گے۔ لہٰذا یہ تمام عالم اپنے حفظ و بقا کے لئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اس رحمتِ عامہ ہی کے ممنونِ احسان ہیں۔

آیاتِ مبارکہ میں دوسری صفت آپؐ کی رسالت بیان فرمائی ہے۔ صفتِ رسالت میں بھی آپ یکتا و یگانہ ہیں۔ آپؐ کی رسالت تمام عالم کے انسانوں اور جنوں کے لئے ہے۔ زمانہ کی بھی کوئی قید نہیں ہے۔ قیامت تک آپؐ ہی کی نبوت کا فیضان جاری رہے گا۔ جیسا کہ پہلے بیان کیا گیا، صفتِ رسالت تمام دیگر صفات کی جامع ہے۔

نبی اگرچہ ایک انسان ہوتا ہے لیکن وہ اپنی تکمیل کے لئے اللہ تعالیٰ کے سوا کسی دوسرے ذریعے یا سہارے کا قطعاً محتاج نہیں ہوتا۔ نبی کا معلم خود اللہ تعالیٰ ہوتا ہے اور اس کی تکمیل کی ذمہ داری خود اللہ تعالیٰ پر ہوتی ہے۔ شاگرد کی کوتاہی معلم کی کوتاہی پر دال ہوتی ہے —— لہٰذا اللہ تعالیٰ انبیاء علیہم السلام کو کمال کے اعلیٰ ترین مناصب پر فائز کرتا ہے —— اور کوتاہی و نقص سے ان کی خصوصی حفاظت فرماتا ہے۔ قدم قدم پر اللہ تعالیٰ کی خصوصی نگرانی ان کی دستگیری فرماتی ہے۔ اگر اُن سے ذرا بھی لغزش ہونے لگے تو اس کو سخت تنبیہ آمیز پیرائے میں بیان فرماتے ہیں —— غرضیکہ اللہ تعالیٰ ہر کٹھن سے کٹھن مرحلے اور نازک سے نازک موڑ پر بھی پیغمبر کو ثابت قدم رکھتے ہیں۔ چنانچہ فرمایا۔

وَلَوْلَا أَنْ ثَبَّتْنَاكَ لَقَدْ كِدْتَ تَرْكَنُ إِلَيْهِمْ شَيْئًا قَلِيلًا ۝

(بنی اسرائیل۔ ع ۸)

پھر یہ کہ نبی پر عالم قدس کا بلا واسطہ فیضان ہوتا ہے وہ کسی معلم اور درسگاہ کا رہینِ منت نہیں ہوتا۔

حضرت شاہ ولی اللہؒ نے نبوت اور اس کے ارکانِ ثلاثہ یعنی (۱) ملوکیت وسیاست (۲) علم و حکمت (۳) رشد و ہدایت کی فطری اور غیر معمولی استعداد کو خوب بیان فرمایا ہے۔ حضرت شاہ ولی اللہؒ فرماتے ہیں "کہ اگر تم نبی اور اس کے خواص جاننا چاہتے ہو تو یوں سمجھو کہ انسان کے نظم و نسق کے لئے جن جن صلاحیتوں کی ضرورت ہوتی ہے وہ بیک وقت نبی کی ذات میں تمام انسانوں سے بڑھ کر پیدا فرمائی جاتی ہیں۔ وہ ایک بادشاہ کی طرح ہوتا ہے جس کے نفسِ ناطقہ کی قوتِ عاقلہ اور عاملہ کے سایہ کے نیچے اہل قلم بھی، بڑے بڑے جرنیل اور سیاست دان بھی، کاشتکار اور تاجر بھی۔ غرض تمام عالم اپنی زندگی کے مطابق تربیت حاصل کرتا ہے۔ اور ہر ہر شعبے کا نظام اس کے اقوال و افعال کے دم سے قائم رہتا ہے۔ وہ اسی کے ساتھ ایک حکیم بھی ہوتا ہے جو علمِ اخلاق و تدبیرِ منزل اور سیاستِ کا ماہر ہو۔ وہ صرف حکیم نہیں جو صرف ان علوم کے الفاظ سے آشنا ہو، بلکہ وہ حکیم جس کی یہ تمام صفات طبیعتِ ثانیہ بن چکی ہوں۔ حتیٰ کہ اُس کے حرکات و سکنات سے یہ علوم ٹپکتے نظر آ رہے ہوں۔ وہ ایک مرشدِ کامل بھی ہوتا ہے جو جماعتِ صوفیاء میں مصدر کرامات و خوارق بنا ہوا ہو اور طاعات و عبادات کے ان تمام طریقوں سے آگاہ ہو۔ جو تہذیبِ نفس کے لئے ضروری ہوں۔ اور ان علوم حقّہ کا ماہر ہو جن سے کہ انسانوں پر عالم فلک و ملکوت کے اسرارِ پنہاں روشن ہوتے ہیں۔ اور اسی طرح اعمال جوارح اور اذکار لسانی کے علیحدہ علیحدہ تمام خواص سے بھی پورا پورا آشنا ہو۔ وہ جس طرح کہ آسمانوں پر حضرت جبریل علیہ السلام تدبیر کا چارہ اور علوم الٰہی اخذ کرنے میں واسطہ ہیں۔ اسی طرح انسانوں میں ان تمام صفاتِ جبریلیہ کا مالک

حکیم مختار الحسینی

سیّدنا امیرالمومنین عثمان غنی رضی اللہ عنہ کا مالی جہاد

سیدنا عثمان غنی رضی اللہ عنہ بہت بڑے تاجر تھے۔ اسلام قبول کرنے کے بعد آپ نے اپنی دولت کو مسلمانوں کی بھلائی اور اسلام کی سربلندی و تحفظ کے لیئے بے دریغ خرچ کیا۔ جب بھی مسلمانوں کو کوئی ضرورت پیش آئی سیدنا عثمان غنی رضؓ نے بڑھ کر اس ضرورت کو پورا کیا۔ اسلام نے غربت و افلاس میں ہی پیش قدمی شروع کی تھی۔ اور جن طاقتوں سے پنجہ آزمائی کی جا رہی تھی وہ عظیم سرمایہ رکھتی تھیں۔ خواہ وہ مکہ کے مشرکین سرمایہ دار ہوں یا مدینہ کے یہودی اور عرب سے باہر نکل کر قیصر و کسریٰ کی عظیم سلطنتیں سرمایہ داری کے تمام نظام پر قابض تھیں۔ وقت کی ان تمام سرمایہ دارانہ طاقتوں کے خلاف مسلمانوں نے اعلان بغاوت کیا۔ مکہ کے سرمایہ داروں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے ساتھیوں کے لئے عرصۂ حیات تنگ کیا تو مدینہ کی طرف ہجرت کا حکم ملا۔ مسلمان جب مدینہ پہنچے تو نہایت غربت و افلاس کے عالم میں تھے۔

یہودی کا کنواں

یہاں آ کر اُن کا سابقہ یہودیوں سے پڑا۔ جو دولت کے تمام ذرائع پر قابض تھے۔ مدینہ پر اقتصادی لحاظ سے انہیں مکمل بالادستی حاصل تھی۔ مسلمانوں کی بیکسی کا یہ عالم تھا۔ کہ ان کے قبضہ میں کوئی کنواں اور چشمہ نہیں تھا کہ جس سے وہ جی بھر کر پانی پی سکتے — بئیر رومہ نامی ایک میٹھے پانی کا کنواں تھا۔ جو ایک سرمایہ دار یہودی کی ملکیت میں تھا۔ یہودی اپنی فطرت کے ہاتھوں مجبور تھا۔ اس لئے اس کنوئیں کے ایک گھونٹ پانی کے عوض گراں قیمت وصول کیا کرتا تھا۔ مسلمان اس کی استطاعت نہیں رکھتے تھے کہ وہ خرید کر پانی پی سکتے۔ اس پریشان کن صورتِ حال کے پیشِ نظر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ رضؓ کو توجہ دلائی کہ اس کنواں کو خرید لیا جائے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے اس آواز پر لبیک کہا۔ اور بیس ہزار درہم کی عظیم رقم دے کر کنواں خرید کر وقف کر دیا — آج کا کوئی سرمایہ دار ہوتا تو اسے مستقل آمدنی کا ذریعہ بنا لیتا۔ لیکن اسلام نے تو دولت کے ان ذرائع کی بیخ کنی کر دی تھی۔ سو عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے نہ صرف یہ کہ اسے وقف کر دیا بلکہ اس کی مزید کھدوائی کرائی۔ بخاری شریف کی حدیث میں اس واقعہ کا تذکرہ موجود ہے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:-

من یحفر بئر رومۃ فلہ الجنۃ فحفرھا عثمان رضؓ۔

ترجمہ: جو چشمہ رومہ کو کھودے اس کے لئے جنت ہے۔ تو اس فریضہ کو عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے ادا کیا۔

اب بھی یہ کنواں اصل حالت میں موجود ہے۔ اور مدینہ کے بہترین میٹھے پانی والے کنوؤں میں سے اس کا شمار ہوتا ہے۔ اب یہ بئیر عثمان رضؓ کے نام سے پکارا جاتا ہے۔

جیشِ عُسرت

اسلام غربت و افلاس میں ہی اپنی منزل کی جانب تیزی سے رواں دواں تھا۔ دن بدن اس کی قوت و شوکت میں اضافہ ہو رہا تھا۔ خطۂ عرب میں اس نئی ابھرتی ہوئی طاقت سے سرمایہ دارانہ طاقتیں بوکھلا اُٹھیں۔ چنانچہ عیسائی بادشاہ ہرقل نے ارادہ کیا کہ قبل اس کے کہ یہ طاقت جڑ پکڑے اس کی بیخ کنی کر دی جائے۔ اس نے مدینہ پر چڑھائی کا منصوبہ مرتب کیا۔ جب اس کے ان عزائم کا علم مسلمانوں کو ہوا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی جنگی تیاریاں شروع کر دیں۔ یہ زمانہ قحط کا تھا۔ مسلمان نہایت عسرت سے وقت گزار رہے تھے۔ جنگی تیاری کے لئے کثیر رقم کی ضرورت تھی۔ مسلمانوں میں سے کوئی بھی اس قابل نہیں تھا جو اس ضرورت کو پورا کر سکتا۔ ہر ایک نے اپنی استطاعت سے بڑھ کر چندہ دیا۔ لیکن عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے تنہا اس کے بہت سے مصارف کو پورا کر دیا۔ آپ نے ساڑھے نوسو اونٹ، پچاس گھوڑے اور ایک ہزار درہم نقد پیش کئے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس پر بے پایاں خوشی و مسرت کا اظہار کیا۔ اور عثمان رضی اللہ عنہ کو جنت کی بشارت دی۔ فرمایا۔

"من جھز جیش العسرۃ فلہ الجنۃ فجھزھم عثمان"

ترجمہ: جو جیش عسرت (تنگی کے زمانہ کی فوج) کے لئے سامان کا اہتمام کرے اس کے لئے جنت ہے۔ یہ کام بھی عثمان رضی اللہ عنہ نے کیا۔

مسجد نبویؐ کی توسیع

مسلمان جب مکہ سے ہجرت کر کے مدینہ آئے تو مسجد کی ضرورت محسوس ہوئی۔ چنانچہ سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے دو یتیم بچوں کی زمین مول لے کر مسجد نبوی کی مقدس عمارت کی تعمیر کی۔ اس وقت چونکہ مسلمانوں کی تعداد زیادہ نہ تھی اس لئے مسجد کی وسعت کافی تھی۔ لیکن جب مسلمانوں کی تعداد میں اضافہ ہو گیا تو مسجد نبوی کی وسعت ناکافی محسوس ہونے لگی تو اس میں مزید اضافہ کی ضرورت محسوس ہوئی۔ اس ضرورت کو بھی حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے پورا کیا اور اپنے روپیہ سے مسجد کے قریب کی زمین خرید کر مسجد کو وسیع کر دیا۔ خلافت پر متمکن ہونے پر پھر آپ نے اس کی اور کعبہ شریف کی توسیع کرائی۔

بڑا نفع

ایک دفعہ سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی خلافت کے دور میں مدینہ میں شدید قحط پڑا اور غلہ نہایت ہی گراں ہو گیا حضرت عثمان غنی رضؓ غلہ کے بہت بڑے تاجر تھے۔ ان کے بہت سے اونٹ غلہ سے لدے ہوئے مدینہ آئے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے آپ کو بلایا اور فرمایا۔ کہ "اس وقت مخلوق قحط کی وجہ سے بہت تکلیف میں مبتلا ہے لہٰذا تمہارا جو غلہ باہر سے آیا ہے وہ تم حکومت کے ہاتھوں فروخت کر دو تاکہ غریبوں اور ناداروں میں تقسیم کر دیا جائے" عثمان غنی رضؓ نے فرمایا۔ "ضرور لیکن میں یہ غلہ اس کے ہاتھ فروخت کروں گا جو زیادہ قیمت دے گا"

حضرت فاروق اعظم رضؓ نے غلہ کی معقول قیمت پیش کی مگر حضرت عثمان اس پر رضامند نہ ہوئے۔ اور اصرار کرتے رہے کہ میں اتنی تھوڑی قیمت پر فروخت نہیں کرتا۔ حضرت فاروق رضؓ نے دوگنی قیمت دینی چاہی مگر انہوں نے قبول نہ کیا اور فرمایا "امیرالمومنین! مجھے

(بقیہ صہ ۱۲ پر)

مولانا جمیل احمد میواتی

تصوف کیا ہے

((قسط نمبر ۲))

حضرت عالی لاہوری نور اللہ مرقدہٗ ارشاد فرمایا کرتے تھے۔ کہ مدارس دینیہ میں علوم ظاہر کا تو ماہر بنا دیا جاتا ہے۔ مگر یہ ضرور نہیں کتب درسیہ کے پڑھ لینے کے بعد اصلاح باطن بھی ہوگئی ہے کسی فاضل سے اگر غیبت حسد، ریا جیسے مہلک روحانی امراض پر تقریر یا مضمون نویسی کے لئے کہا جائے تو گھنٹوں محققانہ تقریر کر سکتا ہے اور صفحات کے صفحات بھر سکتا ہے۔ لیکن ان صاحب نے اگر فی الواقع ان امراض روحانیہ کے ازالہ کی کوشش کسی صاحب باطن کی رہبری میں نہیں کی ہے۔ تو یہ صاحب ان امراض سے ہرگز مبرّا نہ پائیں گے۔ قال حال ہو جاتے ؛ ظاہر شریعت کے کاراستہ باطن انوار سے معمور و عقایہ صحیح و اخلاق حمیدہ سے لبریز امراض روحانی نجات مل جاتے اس پر جو محنت کی جاتی ہے۔ گروہ مقدسین صوفیا کی اصطلاح میں اسے تصوف کہتے ہیں جتنا زیادہ پڑھا لکھا ہے۔ اتنا ہی اصلاح باطن کا ضرورت مند ہے۔ جاہل تو پھر جہالت کو سامنے رکھ کر کم شیخی بھگاریگا اور پڑھا لکھا جب ڈینگ مارے گا۔ تو ہزاروں کی تباہی کا باعث بنے گا۔ اس کا نقصان متعدی ہوگا۔ جاہل کا بگاڑ محدود ہے۔ پھر زعم علمی اس کو کب اس بات پر آمادہ ہونے دے گا۔ کہ تو اصلاح باطن کا محتاج ہے۔ عزیز امراض روحانیہ کی فہرست کا جاننا اور بات ہے۔ لیکن یہ ضروری نہیں کہ حرف جاننے سے ان کا ازالہ بھی ہوگیا ہے۔

حضرت شیخ التفسیر مولانا لاہوری نور اللہ مرقدہٗ ارشاد فرمایا کرتے تھے۔ کہ رنگ ہے قرآن، رنگ فروش ہیں علمائے کرام، رنگ ساز ہیں۔ صوفیائے عظام، ہر ایک کا کام جدا ہر ایک کا مرتبہ جدا۔ بعض ہستیاں جامع ہوتی ہیں۔ جیسے حضرت شیخ الاسلام مولانا السید حسین احمد مدنی نور اللہ مرقدہٗ بھائیو صوفیائے عظام کے ساتھ اخلاص سے جو دلی تعلق جوڑے گا۔ اس کے دل میں سے ان حضرات کے بتلائے ہوئے طریقہ سے انشاء اللہ تعالےٰ امراض روحانی سے انسان پاک و صاف ہو جاتا ہے۔ پھر کیا ہے مرنے کی دیر ہے۔ کہ داخلہ جنت سے ان کی تواضع کی جائے گی۔ اگر اپنے زعم علمی میں مست و مستغرق رہے۔ اور صوفیائے عظام جو ظاہر کے فاضل باطن کے ماہر ہیں۔ اپنا تعلق نہ جوڑا اور ان امراض خبیثہ کو دلوں میں لئے بیٹھے رہے تو یاد رکھو موت کے وقت، قبر میں میدان حشر میں اور دوزخ میں جا کر ان قلوب زنگ آلود امراض مہلکہ سے بھرپور کی سنجھائی و صفائی ہوگی۔ وہ بھی جب جبکہ خاتمہ کلمہ پر ہو جائے۔ پھر کہیں جا کر شفاعت سید الوجود صلی اللہ علیہ وسلم کی شامل حال ہوگی۔ اور رحمت خداوندی نے ساتھ دیا۔ تو جنت کا دیکھنا نصیب ہوگا۔ عقلمندی اسی میں ہے۔ کہ اس دل پر محنت کر کے اندر میں اخلاص، ایمان و یقین کامل پیدا کر لو۔ تاکہ اللہ تعالےٰ جل شانہٗ کو تمہاری اس کاوش و محنت پر پیار آ جائے اور ایک اشارہ کرم میں باطن کو ظاہر سے اچھا اور ظاہر کو بھی عمدہ کر دے جنت پاک جگہ ہے۔ وہاں پاک و صاف ہی لوگ صاحب ایمان داخل ہوں گے۔ کفر و شرک کی گندگی پر مرنے والوں کا تو سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ اور یہ اصول بھی یاد رکھو کہ دوزخ سے نکل کر تو جنت میں داخل ہونا قرآن و حدیث میں مذکور ہے۔ یہ کہیں بھی مذکور نہیں۔ کہ اول اللہ تعالےٰ بعض نیک عمل کے صلہ میں جنت میں بھیج دیں گے۔ اور بعد میں ظاہری و باطنی کرتوتوں کی سزا بھگتنے، صفائی و منجھائی کے لئے دوزخ میں رکھیں گے۔ اگر اپنی بھرپور کوشش کر کے دنیا ہی میں دل کی اصلاح نہ کی۔ جس کی اصلاح پر تمام جسم کی اصلاح موقوف ہے۔ اور جس کے بگاڑ پر تمام جسم کا بگاڑ وابستہ ہے۔ تو ادل وہاں جا کر صفائی کی جائے گی۔ اس جگہ نام دوزخ ہے تم کوشش اصلاح باطن کی کرو تو سہی۔ پھر دیکھو رحمت خداوندی کتنی جلدی لپک کر تمہارا ہاتھ پکڑ لیتی ہے۔ اللہ تعالےٰ ہم سب کو دولت تصوف سے سرفراز فرمائے۔ آمین

تصوف نام ہے۔ اتباع سنت کا، نفس کو شریعت مطہرہ پر چلنا انتہائی شاق گذرتا ہے لیکن اگر اس کے سدھانے اور سنوار پر محنت کر لی گئی تو پھر نیک کاموں کے کرنے میں اس کو لذت اور ان امور خیر کی طرف اس کی رغبت بڑھ جاتی ہے۔ نیز برائی سے خواہ وہ کسی بھی نوعیت کی ہو نفرت آنے لگتی ہے۔ اس لئے کہ تصوف نفس ہی اندر پر محنت کرنے کا نام کہ جس سے شریعت مطہرہ پر چلنا آسان ہو جائے۔ پھر ایسی مبارک چیز سے گریز کے کیا معنی!

ایک شبہ اور اس کا ازالہ؟ لوگ کہتے ہیں۔ مروجہ ذکر و اذکار کی کثرت کا طور طریق قرن اوّل سے ثابت نہیں۔ بھائی نہ کرنے کے سو بہانے ذکر اللہ کی اصل اور اس کی کثرت تو ثابت ہے۔ ولذکر اللہ اکبر۔ واذکروا اللہ ذکرا کثیرا۔ حسب استعداد و حسب ضرورت مختلف طبائع کو مختلف مقداروں میں ذکر بتلایا جاتا ہے۔ بعضے غبی ہوتے ہیں۔ بعضے زیرک بعض طبیعتیں دین کی طرف جلد پلٹ آتی ہے۔ بعض دیر میں رجوع کرتی ہیں۔ اسی لئے احادیث مبارکہ جو ذکر و اذکار مذکور ہیں۔ کسی کو کم مقدار میں بتلائے جاتے ہیں۔ کسی کو زیادہ تعداد میں ہر ایک چیز کا ایک اثر ہوتا ہے۔ سو کسی کو ذکر جہری کسی کو خفی تلقین کیا جاتا ہے۔

جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاکیزہ زمانہ میں یہ چلا کشی، مراقبات اور موجودہ سلاسل تصوف میں جو ذکر کرنے کے طریقے جاری ہیں نہیں تھے۔ لیکن وہاں مجاہدہ و ریاضت شکل کی صورت دوسری تھی۔ سب سے پہلی چیز تو خود جناب سید الواصلین صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت باکثرت تھی کہ جو بھی ایمان و اسلام کی دولت دل میں لے کر بیٹھتا آپ کی توجہ عالیہ و انوار و کمالات مبارکہ کا اثر ان قلوب پر پڑتا اور برسوں کی ریاضت سے بھی کہیں زیادہ جلد و صفائی میسر آ جاتی تھی۔ پھر کفار کے ساتھ جہاد میں شرکت ایک اتنا بڑا عمل تھا۔ کہ جس میں اللہ تعالےٰ کے لئے تمام چیزوں کی قربانی کرنی پڑتی تھی اور وہ بھی پے در پے پھر بھلا دنیا اور دنیا کی چیزوں کی وہاں قلوب میں کشش و محبت کہاں باقی رہ سکتی تھی۔

حضرت شیخ التفسیر مولانا لاہوری نور اللہ مرقدہٗ نے ایک مرتبہ دوران تفسیر میں یہ فرمایا کہ دیکھو جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا مدینہ منورہ میں قیام مبارک کل دس سال رہا۔ جس کے ۱۲۰ ماہ بنتے ہیں۔ اور جنگیں لڑی گئی ۱۲۱ گویا ہر ماہ ایک مرتبہ سے بھی زیادہ شریک جہاد ہونا پڑا بھلا اتنا زبردست مجاہد آج کوئی کر سکتا ہے۔ جوں جوں جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مبارک زمانہ کو دوری ہوتی جاتی ہے۔ اور فتن ہیں کہ ہر روز نئے نئے کھڑے ہو رہے ہیں۔ اللہ تعالےٰ جل شانہٗ نے ہم ضعفا، پر رحم فرماتے ہوئے اپنے برگزیدہ بندوں کو منور قلوب میں روحانیت کے جلا کے مختلف طریقہ حسب استعداد سہل و آسان صورت

ہیں منکشف فرماوے - جو آج مختلف سلاسل چشتیہ قادریہ، نقشبندیہ سہروردیہ کے نام سے موسوم ہیں۔ اور جن کی اصل جناب رسول اللہ علیہ وسلم تک صحیح معنی میں ثابت ہے۔ اب تو کثرت ذکر اللہ اور صحبت شیخ کامل متبع سنت ہی سے یہ پاکیزگی حاصل ہو سکتی ہے۔

یہ جو حضرات صوفیا کے یہاں چلہ کشی، مراقبات، اور تنہائیاں گذار جاتی ہیں۔ معاذ اللہ یہ فعل عبث نہیں ہیں۔ دیکھئے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے غار حرا میں کس قدر تنہائی اختیار فرمائی پھر ایک عرصے کے بعد وحی الٰہی نازل ہوئی اور یہ ہی نہیں بلکہ اخیر عمر شریف میں اعتکاف اختیار فرماتے رہے حالانکہ ہمارا ایمان ہے۔ آپ ازل سے سید الانبیاء و سید الکائنات ہیں گو اس کا اعلان - ۴۰ برس کی عمر مبارک میں ہوا مگر اس پر بھی آپ کو بحکم الٰہی تنہائی و یکسوئی حاصل کرنی پڑی۔ سید صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ باوجود کے اسلام لانے سے قبل بھی انتہائی شرافت والی زندگی کے حامل تھے - مگر ۲۳ سال تک حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی معیت میں ریاضت و مجاہدہ کرنا پڑا اسی طرح تمام حضرات صحابہ کرام رضی اللہ تعالےٰ علیہم اجمعین کا حال رہا ہے

پھر چودھویں صدی جو دور فتن ہے اس کے رہنے والے باطن پر محنت و مجاہدہ تنہائی و یکسوئی کے بغیر فکر وحدت، جلاء وطن تزکیہ نفس، اخلاص و ایمان و یقین کامل کی دولت کو کیونکہ حاصل کر سکتے ہیں، ہمارا اپنے آپ کو مستغنی سمجھنا واللہ باللہ دیوانہ پن ہے۔ کل مرنے کے بعد ہی معلوم ہوگا کہ ہم تو فریب نفس میں مبتلا تھے - مگر اس وقت کا معلوم ہونا بے سود ہوگا۔ اے تھوڑے بہت دین کی کتابیں پڑھنے والے اے لیڈر، پلیڈر، ایڈیٹر میں قسم کھا کر کہہ سکتا ہوں۔ تمہیں تمہاری جھوٹی شہرت، واہ واہ تمہارے ناموں کے نعروں کی آوازوں نے تمہیں مفتون کیا ہوا ہے - آج جو تم اپنے گرد لوگوں کا انبوہ کثیر دیکھتے ہو جسکی وجہ سے اپنے نفس کی اصلاح کے سلسلہ میں کسی عارف باللہ کی جوتیاں سیدھی کرنا اپنی اہانت تصور کرتے اور ان جہال و نادان لوگوں کی عقیدت مندی تمہیں غرور و نخوت کے آسمان پر اڑا رہی ہے۔ واللہ موت کا وقت یہ سارا بھرم کھل جاتے گا۔ نہ کرسیاں ہوں گی۔ نہ یہ وزارتیں ہوں گی ۔ نہ یہ لوگ ہوں گے نہ یہ عہدے ہوں گے - نہ یہ سربراہی ہوگی، نہ یہ نعرے ہوں گے نہ یہ نعرے لگانے والے ہوں گے۔ اور تمہارا باطن ہوگا جس کی سیاہی کھل کر سامنے آجائے گی۔ اس لئے کہ تم نے باطن پر محنت کر کے نور کب حاصل کیا تھا۔ جو آج اس

جس وقت سیدنا غوث الاعظم، سلطان الہند حضرت خواجہ اجمیری چشتی، سیدنا خواجہ باقی باللہ و سیدنا مجدد الف ثانی نور اللہ مرقدہم اس تصوف کی برکت سے ہر کب خداوندی میں جلوہ افروز ہوں گے۔ اس وقت تمہیں اے دیوانو ان کے طریقہائے مبارک کو جنا بگم و بدعت کہنے کا مزہ چکھنا پڑے گا۔ میں تم سے پوچھتا ہوں کہ اس کفر گڑھ ہندوستان میں خواجہ اجمیری نور اللہ مرقدہ سے قبل کتنا اسلام تھا۔ یہ ان ہی کی کاوشوں کا نتیجہ ہے۔ ایک ایک رمز پیدا کرو - دیکھو حضرت مولانا اسماعیل شہید دہلوی فاروقی نور اللہ مرقدہ حضرت امام شاہ ولی اللہ دہلوی قدس اللہ سرہ کے پوتے زبردست عامل فنا فی التوحید، عاشق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم - جن کو سارا جگ اس وقت بھی جانتا تھا اور اب بھی جانتا ہے - تواضع ادب و عقیدت کی انتہا ہے - کہ پیر و مرشد۔

حضرت سید احمد شہید قدس اللہ سرہ کی نعلین مبارک بغل میں دبائے پیچھے پیچھے خادمانہ و غلامانہ حیثیت سے دوڑ رہے ہیں پردیس میں تو ہر ایک ایسی خدمت کر سکتا ہے۔ بے نفسی و اخلاص تو تب ہے کہ اپنی آؤ بھگت کرنے والوں کے درمیان ایسی خدمت کر کے دکھائے حالانکہ سید صاحب عمر میں کم اور ظاہر کے قابل بھی نہ تھے - پھر یہ غلامی کا طوق گردن میں کیوں ڈالا ہوا ہے - اندھوں سنو، باطن میں نور حاصل کرنے کی غرض سے یہ سب کچھ ہو رہا ہے - اور یہ نور جب تک کسی کامل کے سامنے اپنی ہستی کو نہ مٹاؤ گے حاصل نہ ہوگا۔ جب تک اندر سے میں نہ نکلے گی تو (یعنی اللہ تعالےٰ) کیونکر آئے گا۔ ہم سب اس نعمت کے محتاج ہیں۔ عزیزو کوشش کرو اور رحمت خداوندی کے منتظر رہو کہ وہ تمہارا ہاتھ پکڑ کر اپنی طرف کھینچ لے اور اسی کو اصطلاح صوفیائے عظام میں جذب الی اللہ کہتے ہیں۔ ابھی وقت ہے - کچھ کر لو اے ایمان والو۔

افسوس جو احباب حضرت سید احمد شہید نور اللہ مرقدہ و حضرت مولانا اسماعیل شہید نور اللہ مرقدہ کے موحدہ متبع سنت ہونے کے تو دل سے معترف ہیں۔ اور ان سے دلی عقیدت بھی رکھتے ہیں، مگر ان کے اس طرز مبارک سے جس کو پیری مریدی، اخذ فیض تصوف و تزکیہ باطن کی جدو جہد کہتے ہیں۔ اسکو کیوں نظر انداز کرتے ہیں - اگر مانتے ہیں۔ تو عملی جامہ کیوں نہیں پہنایا۔

ماہنامہ دارالعلوم بابت جون ۱۹۶۵ء میں ملفوظات حضرت مولانا عبد القادر رائے پوری نور اللہ مرقدہ کے عنوان سے حضرت کے ممتاز خلیفہ حضرت مولانا محمد صاحب لائلپوری مدظلہ العالی نقل فرماتے ہیں۔ "اولیاء اللہ کو بے ادبی سے یاد نہیں کیا کرتے - جس قدر حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمت حضرت شاہ اسماعیل شہید رحمۃ اللہ علیہ سے بیان کی کوئی کیا بیان کرے گا۔ عبقات مشہور تصنیف ہے۔ شروع یوں فرماتے ہیں۔

واسئلک ان تصلی علی اسمک الاعظم ونورک الاتم حبیبک الافخر الذی اشرق بہ الاکوان وافتخر بہ الانسان وسیلۃ السالکین وسکینۃ الطالبین سیدنا محمد والہ اجمعین

ترجمہ :- اے اللہ میں سوال کرتا ہوں کہ تو اپنی خاص رحمت اور درود بھیج اپنے اسم اعظم پر اپنے نور اتم پر اور اپنے عظیم الشان حبیب صلی اللہ علیہ وسلم پر جن کے باعث تمام کون و مکاں چمک گئے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے وجود مبارک سے انسان نے فخر پایا آپ (اولیاء اللہ کے لئے وسیلہ اور سالکین (حق) کے لئے باعث سکینہ، حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر اور آپ کی آل پر۔

ان مشائخ عظام، صوفیائے کرام، حضرت اہل دل و اہل حال، صاحب باطن پیران عظام کی بھی عجیب شان ہے۔ ایک دنیا ان کی حیات طیبہ میں اخلاص و ایمان میں ہزاروں کافروں کو مسلمان کیا، وہاں کون سی تنظیم تھی۔ کونسی جماعت بندی تھی۔ کونسی لیڈری و پلیڈری و سربراہی تھی۔ آج ان کے طریقہائے مبارک کو غلط کہنے والو۔ تم نے کتنے کافروں کو مسلمان کیا۔ یا کتنے فسق و فجور میں مبتلا مسلمانوں کو تقویٰ و طہارت کی راہ دکھائی

دیکھو یہ حضرات مرتبہ میں ہم سب سے بڑے ہیں ان کا طریقہ مبارک عین قرآن و سنت کے مطابق تھا۔ ان کی دعاؤں پر خدا نے ہمارے آباؤ اجداد جو ہندو تھے - دین اسلام کی طرف پلٹائے اور آج ہم کلمہ گو بیٹھے ہیں۔ ان کا احسان مانو من لم یشکر الناس لم یشکر اللہ - بندو کا احسان یہ نہیں کہ تم ان کو حاجت روا مشکل کشا سمجھو اور سجدہ ریزی سے اظہار عقیدت ہو، یہ غلط ہے۔ ان کو ایصال ثواب سے یاد کرو۔ بشرطیکہ سنت کے مطابق ہو۔ ان کو اپنا محسن مانو، ان کے حسنات کا تذکرہ کر کے ایمان و یقین میں جلا پیدا کرو اور ان کے طریق مبارک کو حق جانو اس پر چل کر اپنے باطن کی اصلاح کرو جو غلط باتیں کہہ چکے ہو ان سے توبہ کر لو ابھی وقت ہے۔ موت نہ معلوم کس وقت آجائے - پھر ایک ایک بول پر مواخذہ ہوگا۔ (اللہم احفظنا)

اہل تصوف حضرات کا ظاہر و باطن ایک ہوتا ہے - زبان سے اظہار اخلاص بہت آسان ہے۔

یہ تو کافر و مشرک بھی کر سکتا ہے۔ اور یہ کہ باطن میں بھی اخلاص پیدا ہو جائے بہت مشکل ہے۔ اس پر ایک محنت درکار ہے جسکو تصوف کہتے ہیں۔ اگر یہ نہ کی گئی تو تمہارے ظاہر و باطن میں تضاد مرتے دم تک رہے گا۔

دیکھو انتخابات کے دنوں میں کیسے کیسے مخلص خادمانِ قوم کہلانے والے پیدا ہو جاتے ہیں۔ مگر ان کے اخلاص کا پتہ انتخاب ہارنے اور جیتنے کے وقت معلوم ہو جاتا۔ ہارنے کی صورت میں تو خدمت کرنے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا اور اگر کامیاب ہو گئے رنگ رلیوں سے فرصت نہیں ملتی اخلاص کے معنی ہیں۔ خالص اللہ تعالےٰ کو راضی کرنے کے لئے کوئی نیک کام کرنا۔ جس میں کسی اور کی ملاوٹ نہ ہو۔ اور اللہ تعالےٰ ہمیشہ سے ہیں۔ ہمیشہ کے لئے ہیں۔ لہٰذہ صاحبان اخلاص کا رویہ ہمیشہ یکساں رہتا ہے۔ اس نعمت لازوال کو حاصل کرنے اور دوغلے پن کو دور کرنے پر ایک باطن پر محنت کرنی پڑے گی۔ جس کا نام تصوف ہے۔

ایک نام نہاد صوفی صاحب کی خدمت میں کوئی دعا کے لئے حاضر ہوا۔ صوفی صاحب فرمانے لگے بھائی میں تو بہت گنہگار ہوں اس نے سادگی سے کہا پھر تو آپ جلد توبہ کریں۔ صوفی صاحب نے کہا جھلا کر کہا۔ چل آیا لے۔ "توبہ کرانے والا" لیجئے صاحب سارا اخلاص کھل گیا۔ حقیقت میں صوفیائے کرام ہی اہل اخلاص ہیں۔ جو اپنے آپ کو سب سے کم سمجھتے ہیں ان کا حال ان کے قال کی صحیح تصویر ہوتا ہے۔ قال کو حال بنانے اور یہ کہ حال اور قال دونوں یکساں ہو جائیں اس پر جو محنت کی جائے گی اس کو تصوف کہتے ہیں۔ اور یہ ہی پیران عظام شیوخ کرام کا طریقہ ہے۔ اس پر چلو اور اندر میں کمالات یقین وصفائے باطن کی دولت ان سے حاصل کرتی ہے، قلوب ان کی طرف کھنچتے ہیں۔ اور جب اس عالم آب و گل سے تشریف لے جاتے ہیں تو قبور مبارک سے طالبین اخذ فیض کرتے ہیں ان کی قبور پر سدا بہار رحمت الٰہیہ کے پھول برستے ہیں اور تا قیامت برستے رہیں گے۔ ان کے مبارک تذکرے سے نیک مجالس منور ہوتی ہے۔ سکینہ نازل ہوتی ہے۔ ان کے مبارک اسماء کو زبان سے ادا کرتے وقت لذت و شیرینی محسوس ہوتی ہے۔ والیان ریاست تک حیات میں بھی ان کے غلام ہوتے ہیں بعد از وفات بھی نیاز مندی کا اظہار کرتے ہیں اور میں تو کہتا ہوں کوئی بھی ان کو نہ جانے نہ یاد کرے تو کیا ہے۔ جاننے والی ذات حق تعالےٰ ان کو جانتی ہے ان کو اپنا مانتی ہے۔ محمد صلی اللہ علیہ وسلم ان سے خوش حضرات صحابہ کرام رضی اللہ علیہ وسلم ان سے خوش۔ خوش نصیب ہیں۔ وہ لوگ جو ان انفاس قدسیہ سے دلی عقیدت و محبت رکھتے ہیں۔

اے کورِ باطن والو تمہاری دعائیں تمہارے شانوں سے اوپر نہیں جاتیں اور یہ وہ حضرات ہیں۔ جنہوں نے باطن پر محنت کرکے اپنے دل کو اللہ سبحانہٗ و تقدس کی یاد کا مسکن بنا لیا ہے جب یہ دعائیں کرتے ہیں۔ تو عرشِ عظیم تک جاتی ہے۔ تبلاؤ تمہارے نعرے بازیوں اور جلسہ بازیوں سے کتنوں کے قلوب ہدایت کی طرف پلٹے؟ ان خرقہ پوشوں، زاویہ نشینوں کی بات بتلاؤں؟ گذشتہ دور کے حضرات صوفیاء کی بات تو اپنی جگہ رہی اسی دور کے ایک اہل باطن گوشہ نشین خرقہ پوش صوفی صافی ظاہر کے فاضل باطن کے کامل حضرت مولانا محمد الیاس ؒ دہلوی نور اللہ مرقدہ و حضرت جی مولانا محمد یوسف دہلوی نور اللہ مرقدہٗ کی دعاؤں اور دینی جدوجہد پر خدا نے چالیس لاکھ میواتیوں کے قلوب دین کی طرف پلٹ دیئے۔ ان مقدس ہستیوں نے اپنا سب کچھ خرچ کر کے خدا کی رحمت کو کھینچ لیا۔!

باطن کا اثر باطن پر پڑتا ہے۔ زبان کے بول کانوں تک اور دل کے بول دلوں تک جاتے ہیں۔ بات جو دل سے نکلتی ہے۔ اثر رکھتی ہے۔ کوئی مثال ایسی ہے۔ جو تم پیش کر سکو کہ ایک ٹکہ بھی کسی سے چندہ نہیں مانگا چہار دانگ عالم میں تبلیغ اسلام کی یہ تحریک زندہ ہے۔ ہم مخلوق، ہماری کوششیں مخلوق سے کچھ نہیں ہوتا۔ خالق سے سب کچھ ہوتا ہے۔ کسی اہل دل کے رونے پر خدا آ جائیں تو لاکھوں کے قلوب پلٹا دیتے ہیں۔ (باقی صفحہ ۱۵ پر)

بقیہ : وما ارسلنک الا ۔ ۔ ۔ ۔

بھی ہو۔ حتیٰ کہ لا یعصون اللہ ما امرھم ویفعلون ما یؤمرون ۔ یعنی فرشتے اللہ تعالیٰ کی نافرمانی نہیں کرتے اس بات میں جس کا وہ ان کو حکم دیتا ہے اور وہی کام کرتے ہیں جس کا ان کو حکم ہوتا ہے) اس کی شان بن چکی ہو اور اس طرح اس کی فطرت کو عالمِ بالا سے وہ مناسبت حاصل ہو کہ علوم الٰہیہ اور یقین و اطمینان کی نعمت اس کے قلب و قالب پر بہ رہی ہو اور اس کے یہ کمالات اس میں فطری ہوں کسی معلّم اور درسگاہ کے رہین منت نہ ہوں۔ نبی کے ان علوم، اس کی حکمت، اس کے تزکیہ اور اس کے اس نظامی لیاقت کی طرف جس سے کہ وہ ان صفات کے اثرات خدا تعالےٰ کی مخلوق میں پھیلاتا ہے۔ ذیل کی آیت میں اشارہ فرمایا گیا ہے:۔

هُوَ الَّذِیْ بَعَثَ فِی الْاُمِّیّٖنَ رَسُوْلًا مِّنْهُمْ یَتْلُوْا عَلَیْهِمْ اٰیٰتِهٖ وَ یُزَكِّیْهِمْ وَ یُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَ الْحِكْمَةَ ۗ وَ اِنْ كَانُوْا مِنْ قَبْلُ لَفِیْ ضَلٰلٍ مُّبِیْنٍ ۝

یہ ہے مقام نبوت و رسالت اور پھر حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم تو نبوت و رسالت کے سب سے بلند و بالا مرتبے پر فائز ہیں ؎

حسنِ یوسفؑ دمِ عیسٰیؑ یدِ بیضا داری
آنچہ خوباں ہمہ دارند تو تنہا داری

مختصراً یہ کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم اپنی شانِ رسالت اور شانِ رحمت دونوں میں یکتا، بے مثل اور لاثانی ہیں صلی اللہ علیک وسلم۔

ز فرق تا بقدم ہر کجا کہ مے نگرم
کرشمہ دامن دل مے کشد کہ جا اینجاست

بقیہ: حضرت عثمان غنی رضؓ کا مالی جہاد

افسوس ہے کہ میں اب اپنا غلّہ فروخت کرنے کے لئے تیار نہیں۔ کیونکہ جو قیمت آپ مجھے دے رہے ہیں اب بھی بہت کم ہے"۔ یہ کہا اور حضرت عمرؓ کے پاس سے اُٹھ کر چلے آئے گھر آتے ہی مدینہ میں اعلان کروا دیا کہ "عثمان کے یہاں کافی غلہ آیا ہوا ہے جس غریب کو ضرورت ہو مفت آ کر لے جائے"۔

شام تک پورا غلّہ تقسیم کیا جا چکا تھا۔

مغرب کی نماز میں جب امیر المومنین عمر فاروقؓ سے ملاقات ہوئی تو فرمانے لگے ۔۔۔ "امیر المومنین! آپ مجھے میرے غلّہ کی قیمت بہت تھوڑی دے رہے تھے میں نے خدا کے ہاں اپنا غلہ بڑی گراں قیمت پر فروخت کر دیا اور میں بڑے نفع میں رہا۔

آج کا کوئی نام نہاد مسلمان سرمایہ دار ہوتا تو اس موقعہ سے فائدہ اٹھا کر ذخیرہ اندوزی کرتا اور بعد میں بھاری رقمیں وصول کرتا۔ حضرت عثمان غنیؓ کے اس عمل نے یہ ثابت کر دیا کہ بے شک اسلام دولت کمانے کی اجازت تو دیتا ہے لیکن جمع کرنے اور ذخیرہ اندوزی کرنے کی نہیں۔

صحابہ کرامؓ کا ہر عمل امت اسلامیہ کیلئے واجب العمل اور نجات اخروی کا ذریعہ ہے اس لئے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔ کہ "میرے صحابہ چاند ستاروں کی مانند ہیں جس کی پیروی کرو گے ہدایت پاؤ گے۔

حضرت مولانا قاضی محمد زاہد الحسینی صاحب کا واہ کینٹ میں

درس قرآن

مرتبہ: عثمان غنی بی، اے

"صوم عربی زبان میں اس تارے کو کہتے ہیں۔ جو مچھلی کی پشت پر یا بدن پر ہوتا ہے۔ کیوں کہ اس میں سختی ہے۔ اس لئے روزے میں بھی مشقّت ہے۔ تو اب اگر ہم یہ بھی کہہ دیں کہ روزے میں بڑی سختی ہے۔ کھانا پینا چھوڑنا پڑتا ہے، تو پھر سختی تو ہونی ہی چاہیئے۔ عبادت کسے کہتے ہیں۔ آپ اتنے دوست بیٹھے ہیں۔ ہمارے حاجی صاحب فرماتے ہیں۔ کہ اتوار کے دن بھی ہماری ڈیوٹی ہوتی ہے۔ تو ملازمت میں سختی ہے۔ کہ نرمی ہے۔ سختی نہیں ہے۔ کس کام میں سختی نہیں؟ کھانا کھانے میں سختی نہیں ہے۔ لقمہ منہ میں ڈالتے ہیں۔ تو وہ خود آگے چلا جاتا ہے۔ وہ بھی سختی کے ساتھ ہی جاتا ہے۔ ہضم بھی سختی کے ساتھ ہوتا ہے۔ اللہ تعالےٰ سب دوستوں کو ہدایت دے

كُتِبَ عَلَيْكُمُ الصِّيَامُ كَمَا كُتِبَ عَلَى الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ۔

تم پر اسی طرح روزے فرض کیے گئے اور یہ کوئی ایسی بڑی بات مت سمجھو کہ خواہ مخواہ اللہ تعالےٰ نے ہمارے اوپر ایسے ایسے احکام نازل فرما دیئے۔ "كَمَا كُتِبَ عَلَى الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ۔ تم سے پہلی امتوں پر بھی فرض تھے تعداد میں اختلاف ہو سکتا ہے لیکن روزے ساری امتوں پر فرض تھے۔ اور جہاں تک میں سمجھتا ہوں امتوں پر بھی فرض تھے۔ انبیاء علیہم الصّلوٰۃ والتسلیم بھی روزے رکھا کرتے تھے۔ اور ہر نبی پر جو وحی نازل ہوئی وہ رمضان میں نازل ہوئی ہے۔ امام الانبیاء پر جو وحی آئی وہ بھی رمضان المبارک میں آئی۔ اِقْرَاْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِیْ خَلَقَ۔

اور باقی سب نبیوں پر جو وحی نازل ہوئی ہے۔ وہ رمضان میں آئی ہے۔ خواہ اس وقت ان کے روزوں کی کیفیت کچھ بھی ہو۔ علماء نے لکھا ہے۔ کہ ہر نبی پر جو وحی آئی ہے۔ وحی کی جو ابتداء ہوئی ہے۔ وہ رمضان المبارک میں ہوئی ہے۔ جب کہ وہ صائم ہوتے تھے۔

لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ ٥ تاکہ تم پرہیزگار ہو۔ یعنی تم روزہ رکھو گے تو نتیجہ کیا نکلے گا۔ تم پرہیزگار بن جاؤ گے۔ تم تقوے والے بن جاؤ گے۔ اگر تم روزہ بھی نہ رکھو، نماز بھی نہ پڑھو۔ حج بھی نہ کرو، زکواۃ بھی نہ دو، قرآن بھی نہ پڑھو، تو پھر بتاؤ تم پرہیزگار کیسے ہو گے اسلام کے قریب کیسے آؤ گے؟ اللہ کو دین کی ساری حدوں کو توڑ دو اور صرف نام لے کر اس بات سے تم خوش ہو جاؤ کہ بس ہم پرہیزگار بن گئے۔ یہ تو بات نہیں بنتی۔ تقویٰ کب آئے گا۔ جب تم میری عبادت کرو گے۔ میرے بندے ہو گے۔ پہلے پارے میں فرمایا۔ يٰۤاَيُّهَا النَّاسُ اعْبُدُوْا رَبَّكُمُ الَّذِیْ خَلَقَكُمْ وَالَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ۔ اے ایمان والو عبادت کرو تاکہ تم پرہیزگار بن جاؤ۔ عبادت کے بغیر تم پرہیزگار نہیں بن سکتے۔ اسی عبادت کا ایک شعبہ روزہ بھی ہے لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ۔ تاکہ تم پرہیزگار بنو۔ اَيَّامًا مَّعْدُوْدٰتٍ ط یہ گنتی کے چند دن ہی تو ہیں۔ یہ ہمیں سمجھایا، ہماری نفسیات کے مطابق کہ گنتی کے چند دن ہی تو ہیں۔ تم گھبرا جاتے ہو انتیس ۲۹ دن ہوں گے یا تیس دن ہوں گے۔ امام الانبیا سے پوچھا گیا۔ اے اللہ کے نبی مہینہ کتنے کا ہوتا ہے۔ تو حضور نے اپنے ہاتھوں سے اشارہ کرتے ہوئے فرمایا۔ اَلشَّهْرُ هٰكَذَا وَهٰكَذَا وَهٰكَذَا۔ تین دفعہ امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے دونو ہاتھوں کی سب انگلیوں کو کھول کر فرمایا یعنی تین ضرب دس تیس۔ اور ایک دفعہ پھر انگوٹھے مبارک کو بند کر کے فرمایا۔ وَهٰكَذَا یعنی کبھی کبھی انتیس دن کا بھی ہوتا ہے تو ارشاد فرمایا کہ اَيَّامًا مَّعْدُوْدٰتٍ ط یہ گنتی کے چند دن تو ہیں۔ اس لئے تم گھبراتے کیوں ہو۔ یہ تو اللہ تعالےٰ کی عبادت کی باتیں ہیں۔ اور تم اللہ تعالےٰ کے بندے ہو۔ اور پہلی امتوں پر بھی یہ آیا۔ اور اسی لئے روزے کی تاکید کے لئے قرآن مجید نے (جہاں تک میرا مطالعہ مختصر سا ہے۔ اکابر کی دعاؤں سے) روزے کے علاوہ کسی عبادت کے ساتھ علیحدہ لفظ مستورات کے لئے نہیں فرمایا کہیں نہیں فرمایا۔ وَالْمُصَلِّيْنَ وَالْمُصَلِّيَاتِ ط یا وَالْحَاجِّيْنَ وَالْحَاجِيَاتِ ط یا وَالزَّاكِيْنَ وَالزَّاكِيَاتِ ط بلکہ روزہ کے متعلق فرمایا — وَالصَّآئِمِيْنَ وَالصّٰٓئِمٰتِ روزے دار مردوں سے اور روزے دار عورتوں سے — معلوم ہوتا ہے کہ روزہ بہت بڑی اونچی عبادت ہے کہ رب العالمین نے امتیازی شان سے عورتوں کو بھی مخاطب فرمایا۔ اور جہاں تک خیال ہے عورتیں شاید بہ نسبت مردوں کے زیادہ روزے رکھ دیتے گئے ہیں۔ اللہ تعالےٰ مردوں عورتوں دونوں کو توفیق عطا فرمائے۔ دونوں کے لئے قرآن مجید نے لفظ صائم ارشاد فرما کر یہ بتایا کہ روزے میں دونوں برابر کے مکلّف ہیں۔ اس میں اور پہلو بھی نکلا کہ ممکن ہے۔ عورت یہ سمجھ لے کہ میں تو عنصر لطیف ہوں، میں تو صنفِ نازک ہوں اور روزہ تو بڑی مشکل جیسی بات ہے اس لئے وہاں پر صائمات بھی فرما دیا۔ کہ روزہ عورتوں پر بھی لازم ہے۔ اور ہمارے یہ بزرگ ابھی تک تنقیدیں نکال رہے ہیں۔ کہ روزہ نہ رکھو اور صرف چار آنے کے پیسے دے دیا کرو۔ کیونکہ اس سے ٹینک خرید لیا جائے گا اور اس سے پھر بمباری کرو گے۔ جو یہاں روزہ نہیں رکھ سکتا وہ سب میرینیس (SUB-MARINES) چلا سکتا ہے۔ یہ روزہ تو عملی تربیّت ہے۔ روزے میں تو یہ بتایا جا رہا ہے۔ کہ وقت پڑے تو تم اتنی دیر تک بھوکے بھی رہ سکو وقت پڑے تو تم اتنی دیر تک پیاسے بھی رہ سکو، وقت پڑے تو تم اتنی دیر تک سگریٹ کے بغیر بھی رہ سکو، چائے کے بغیر بھی رہ سکو۔ اور وقت پڑے تو تم اتنی دیر تک خاموش بھی رہ سکو۔ یہ تو عملی تربیت ہے۔ جو قوم روزہ نہیں رکھتی وہ جہاد کیسے کرے گی۔

میرے دوستو! جہاد وہی قوم کر سکے گی۔ جس قوم میں روزے کا جذبہ ہو گا۔ آپ مجھ سے زیادہ پڑھے لکھے دوست ہیں۔ جہاں تک مجھے پتہ ہے۔ ہٹلر نے گذشتہ جنگِ عظیم میں حکم دے دیا تھا۔ کہ جو سپاہی سگریٹ پیئے گا۔ اس کے ہونٹ کاٹ دیئے جائیں گے۔ کیوں؟ وہ سگریٹ پی کر ہوائی جہاز چلا سکتا ہے؟ وہ سگریٹ پی کر پٹرول کے ذخیرے کے پاس بیٹھ سکتا ہے۔ وہ سگریٹ پی کر آبدوز چلا سکتا ہے؟ وہ وہاں سگریٹ پیئے تو سارا بیڑا ہی غرق ہو جائے۔ یعنی جو قوم نشے کے بغیر ایک گھنٹہ نہیں رہ سکتی کیا وہ قوم جنگ کر سکتی ہے! مشہور مثال ہے۔ کہ جب بخارا میں بالشویک داخل ہوئے، سحری کا وقت تھا۔ اور وہاں پر ہمارے بخاری بھائیوں نے سماواریں گرم کی تھیں۔ قہوے کی تیاری ہو رہی تھی۔ تو کسی نے کہا کہ آ گئے۔ تو کہتا ہے۔ آغا چائے نمے نوشیدیم، جنگ می کنیم! آ گئے تو آنے دیں ہم چائے نہ پی کر لڑیں؟ یہ کیسے ہو سکتا ہے دملک دے دیں گے۔ چائے نہیں چھوڑتے۔

یہ عملی تربیّت ہے۔ میرے دوست جو قوم روزہ نہیں رکھ سکتی، وہ لڑ سکتی ہے۔ محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے صحابہ نے جنگ بدر میں روزے رکھے کہ نہیں رکھے۔ علماء جانتے ہیں

آپ دوست بھی جانتے ہیں کہ جنگ بدر رمضان المبارک میں ہوئی اور کتنی سخت بھوک تھی مسلمانوں کی۔ اس لئے قرآن مجید نے آگے چل کر اس کے احکام بیان فرمائے کہ دیکھو یہ تم پر روزے فرض ہیں۔ اور تمہیں ہر حال میں رکھنے پڑیں گے کُتِبَ عَلَيْكُمْ یہ تم پر لازم ہیں۔ تم سے یہ معاف نہیں ہو سکتے۔ البتہ میں یہ کروں گا تمہاری رعایت کے لئے کہ تم انسان ہو۔ اور خُلِقَ الْإِنْسَانُ ضَعِيفًا میرے ہی تم پیدا کردہ ہو۔ اس لئے میں تمہارے لئے کچھ جزوی آسانیاں رکھتا ہوں۔ کون سی آسانیاں فَمَنْ كَانَ مِنْكُمْ مَرِيضًا پس جو کوئی ہو تم میں سے بیمار ـــ كَانَ ـــ "ہو" ـــ روزہ ہو تو بیمار نہ بنے۔ جناب مجھے ڈاکٹر نے منع کر دیا ہے۔ کہ اگر تو نے روزہ رکھ لیا تو مر جائے گا۔ مجھے تبخیر چڑھتی ہے۔ یہ تبخیر تو اتر جائے گی مگر جو تبخیر قبر میں چڑھے گی۔ اسے کون اتارے گا۔ اللہ ایسے بہانوں سے تمام مسلمان کو بچائے۔

اللہ تعالیٰ میرے حال پر بھی اور سب کے حالوں پر رحم و کرم فرمائے۔ یعنی اللہ کے دین کی جب بات آتی ہے۔ تو ہمیں کچھ یوں معلوم ہوتا ہے۔ کہ یہ ہمارا کام ہی نہیں ہے۔ حالانکہ اللہ کے دین کی جب بات آئے تو اس کا لبیک کہنا چاہیئے۔ رمضان سے دو تین دن پہلے صبح کے وقت میرے پاس ایک مہمان آیا۔ سفید داڑھی اور سفید مونچھیں تھیں۔ میں نے کہا آپ پہلے چائے پی لیں۔ کہنے لگا۔ میرا تو روزہ ہے "روزہ ہے"؟ "ہاں میرا تو روزہ ہے" "کیوں"؟ ـــ حقیقت ہے اس بوڑھے نے جب بات کی تو مجھے بھی ندامت آئی۔ کہ دیکھو اس میں کتنا تقویٰ ہے۔ وہ کہنے لگا "رمضان المبارک آ رہا ہے۔ اس کا کچھ تو استقبال کرنا چاہیئے"

آج جنہوں نے رمضان کا استقبال کیا ہے قیامت کرے گا۔ حدیثوں میں آتا ہے۔ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں۔ کہ قیامت کے دن ایک انسان ہوگا۔ جو اپنے گناہوں میں ڈوبا ہوا ہوگا۔ بڑا پریشان اور متفکر ہوگا۔ اس کے حساب و کتاب کا وقت قریب ہوگا۔ وہ دیکھے گا۔ کہ نوجوان خوبصورت آیا۔ اور اس نے اللہ تعالیٰ کے حضور آ کر درخواست کی کہ اے رب العالمین اس انسان کو معاف کر دیجئے۔ میں اس کے پاس مہمان بن کر گیا تھا۔ اس نے میری بڑی تواضع کی، میری بڑی خدمت کی میں اس سے بڑا خوش رہا۔ اے میرے اللہ تو اس کو معاف کر دے، بخش دے۔ رب العالمین حکم دیں گے۔ کہ جا میں نے اس کو معاف کر دیا۔ وہ نوجوان وہاں سے چلے گا۔ تو یہ بھی پیچھے پیچھے ہوگا۔ کہ بھائی بات تو بتا تو کون ہے۔ تو تو میرے پاس کبھی آیا نہیں۔ میں نے تجھے کبھی دیکھا نہیں۔ تو نے ایسے وقت میں مجھ پر مہربانی کی۔ تو کون ہے۔ وہ کہے گا۔ جی آپ مجھ کو جانتے نہیں۔ میں تو ہر سال آپ کے پاس آیا کرتا تھا۔ اور آپ مجھے بڑی عزت کے ساتھ اپنے پاس رکھتے تھے۔ میری آپ نے بڑی خاطر مدارت کی "او بھائی بتا تو کون ہے"؟ وہ کہے گا "میں رمضان المبارک ہوں۔ اللہ تعالیٰ نے آج مجھے نوجوانوں کی شکل عطا فرمائی ہے۔ کیونکہ تو مجھے نوجوان ہو کر ملا۔ تو نے بہادری کے ساتھ مجھے قبول کیا"

(اعمال متشکل ہوں گے قیامت کے دن ـــ نیکوں کی بھی اور بدوں کی بھی شکلیں ہوں گی۔ اعمال شکل کے لحاظ سے قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کے حضور میں پیش ہوں گے)

اس مہینے کو تو اللہ تعالیٰ نے ہمارے لئے رحمتوں کا مہینہ فرمایا تھا۔ لیکن افسوس ہے آج بعض دوست ہیں۔ جو اس کو اپنے لئے زحمت سمجھ رہے ہیں۔

فَمَنْ كَانَ (پس جو کوئی ہو) مِنْكُمْ (تم میں سے) مَرِيضًا بیمار ہو کوئی تم میں سے "بیمار بنے نہیں ـــ" بیمار ہو تَمَرَّضَ عَمَدًا بیمار بن جاتا ـــ أَوْ عَلَىٰ سَفَرٍ یا سفر پر ہو۔ فَعِدَّةٌ مِنْ أَيَّامٍ أُخَرَ پس اتنی ہی گنتی پوری کرے اور دنوں میں سے۔ اس کے لئے رخصت ہے۔ وہ کھو جا کرلے، دوائی استعمال کرلے۔ سفر میں ہے۔ سحری کا انتظام نہیں ہو سکتا، سفر کی مشقت اور صعوبت ہے۔ تو اس کے لئے قضا کیا ہے؟ مِنْ أَيَّامٍ أُخَرَ اتنے ہی دن پھر اور کسی وقت رکھ لے۔

کہتے ہیں۔ ہمیں غریبوں کا بڑا فکر ہے۔ "بیچارے کانوں میں کام کرتے ہیں" یہ کون فکر کر رہے۔

شرابوں کے گلاس چڑھانے والے، کلبوں میں ناچنے والے، اللہ کے نافرمان۔ وہ کس کی فکر کر رہے ہیں۔ غریبوں کی۔ دمڑی جیب میں سے ایک نہیں نکالتا غریب کے ذرا کوٹ تو اتار کر دے دو غریب کو۔ اگر غریب کے ساتھ ہمدردی ہے۔ تو ایک جیسٹر (CHESTER) اتار کر دے دے "اپنی جائداد میں سے دو مربعے دے دو، تنخواہ کا آدھا حصہ دے دو۔ ہمدردی اسے کہتے ہیں۔ یہ ہمدردی ہے۔ کہ انہیں بے دین بناتے ہو۔ ان کے بہانے خود بے دین بنتے ہو؟ غریب تو دین سے نہیں گھبراتا کوئی غریب دکھا دو جو یہ کہہ دے کہ میں روزہ نہیں رکھتا کسی بھی غریب سے آپ پوچھ لیں وہ کہے گا۔ مجھے آپ نے کافر سمجھا ہے۔ کہ میں روزہ ضرور رکھوں گا۔ غریب جن کے غم میں ہم گھل رہے ہیں۔ وہ تو روڑی کوٹتے ہیں اور روزہ رکھتے ہیں۔ جون جولائی کے مہینوں میں گرمی میں لوگ گندم کاٹتے ہیں اور روزہ رکھتے ہیں۔ کانوں میں کام کرنے والے بلکہ جہازوں میں کام کرنے والے روزہ رکھتے ہیں۔ جنگِ عظیم کا واقعہ ہے

میرے پاس اخبارات کے کٹنگ اب بھی موجود ہیں۔ اس جنگ کے دوران میں رمضان المبارک کا مہینہ تھا۔ اور انگلینڈ سے ایک جہاز چلا۔ آئرلینڈ کو جانے کے لئے اس میں چھوٹے طبقے کے جو مزدور تھے۔

کوئلہ ڈالنے والے وہ مسلمان تھے اور وہ روزے سے تھے۔ پہلا ہی دن تھا۔ جہاز کے سفر کا۔ جب جہاز چلا۔ آئرلینڈ کے طرف تو ہو سکتا ہے۔ اس طرف دن لمبے ہوں راتیں چھوٹی ہوں۔ تو چونکہ جہاز اسی طرف جا رہا تھا جہاں مغرب ہے۔ اب سورج کے غروب ہونے کا وقت گھڑی کے اعتبار سے تو ہو گیا۔ لیکن سورج سامنے نظر آتا ہے۔ جتنا وہ جہاز آگے جاتا ہے۔ سورج اتنا ہی اور نظر آتا ہے ڈوبتا نہیں۔ تو انگریز کپتان نے مسلمانوں کو سمجھایا علماء کے فتوے بتائے کہ دیکھو بھائی اب ہم جتنا بھی آگے جائیں گے یہ ڈوبے گا نہیں بلکہ یونہی تمہیں نظر آتا رہے گا۔ اس لئے وقت کے اعتبار سے تمہارے روزہ کھولنے کا وقت ہو گیا ہے۔ تم روزہ کھول ڈالو انہوں نے کہا جناب صاحب تو نے ہم کو کافر سمجھ رکھا ہے جب تک دن غروب نہ ہوگا روزہ نہ کھولیں گے

انہیں سمجھایا کہ بعض علاقے ایسے ہوتے ہیں کہ جہاں سورج نہیں غروب ہوتا۔ دیر کے بعد ہوتا ہے۔ انہوں نے کہا نہیں۔ چنانچہ جہاز آگے چلتا گیا۔ اور وہ روزے میں۔ آخر اس حد تک نوبت پہنچی کہ ان کی موت کا خطرہ پیدا ہو گیا۔ کیونکہ آگے جائیں گے تو دن اور بھی لمبا ہوگا۔ چنانچہ انہوں نے اپنے مرکز سے رابطہ قائم کیا۔ اور پوچھا کیا کیا جائے اور وہاں سے ہدایات ملیں۔ کہ جہاز کو واپس موڑ دو اور جب ان کو سورج غروب ہوتا نظر آئے۔ یہ روزہ کھول لیں پھر ان کو آگے لے چلو۔ چنانچہ جہاز کو موڑا گیا۔ انہوں نے اپنی آنکھوں سے دیکھا کہ سورج غروب ہو رہا ہے۔ پھر انہوں نے کہا اب روزہ کھولتے۔ غریب تو مر جاتا ہے۔ مگر اللہ کے دین کو نہیں چھوڑتا۔ گناہ غریب بھی کرتا ہے لیکن غریب کے گناہ میں اللہ کی ـــ نافرمانی اور بغاوت نہیں ہوتی اسے اعتراف ہے۔ اپنے گناہ کا، اور ہمارے امیروں میں (امیروں میں بھی اچھے لوگ ہیں) میں ان دوستوں کی بات کرتا ہوں۔ جو اس بات پر

تلے ہوئے ہیں۔ کہ کسی طرح دین کا کچھ نہ کچھ بگاڑ دیا جاتے تاکہ ہمارا نام دنیا میں پیدا ہو جائے۔ کہ ہم بہت بڑے ذی علم ہیں۔ اور قیامت میں تو جو ہوگی۔ وہ دیکھی ہی جائے گی اس لئے قرآن نے فرمایا۔ فَمَنْ كَانَ مِنْكُمْ مَّرِيضًا۔ جو کوئی تم میں سے بیمار ہو۔ اَوْ عَلٰى سَفَرٍ یا وہ سفر پر ہو۔ فَعِدَّةٌ مِّنْ اَيَّامٍ اُخَرَ ط پس وہ اتنی ہی گنتی پوری کرے اور دنوں میں سے لفظ مریض میں بیمار بھی آ گئے۔ ہماری بچیاں بھی آ گئیں۔

دایام ماہواری بھی مرض ہے۔ اس لئے قرآن مجید نے ان کو رخصت دی کہ وہ قضا کریں۔ مِنْ اَيَّامٍ اُخَرَ ط اور دنوں میں وہ جا کر روزے رکھیں۔

وَعَلَى الَّذِيْنَ يُطِيْقُوْنَهٗ فِدْيَةٌ طَعَامُ مِسْكِيْنٍ ط اور ان لوگوں پر جو طاقت رکھتے ہیں۔ کس بات کی؟ فدیہ دینے کی، غریبوں مسکینوں کو کھانا دینے کی۔ طَعَامُ مِسْكِيْنٍ ط کا کھانا دینا بھی چاہیئے۔ شاہ ولی اللہؒ نے اس سے مراد صدقۂ فطر لیا ہے۔ یعنی جب عید ہو جائے، رمضان المبارک کے روزے پورے کر لئے تو جن لوگوں کے پاس طاقت بھی۔ پیسے بھتے وہ کیا کریں۔ وہ ایک مسکین کو کھانا بھی کھلا دیں۔ آج عید کا دن ہے عید کے دن سب لوگ خوشیاں کریں گے۔ غریب بھی خوشی منائے۔ جس کے گھر میں غلہ نہیں ہے آٹا نہیں ہے۔ کھانے کی چیزیں نہیں ہیں تو ان کو چاہیئے۔ جن کو طاقت ہے۔ جو امراء ہیں مسکین کا کھانا بھی دیں۔ اس لئے صدقۂ فطر کے لئے پورے سال کا بانصاب ہونا شرط نہیں ہے۔ زکوٰۃ کے لئے تو یہ ہے۔ کہ جس آدمی کے پاس پورا سال چالیس روپے رہے ہوں وہ سال گذرنے کے بعد ایک روپیہ دے اسے کہتے ہیں زکوٰۃ۔ لیکن صدقۂ فطر کے لئے یہ شرط ہے۔ کہ اس دن جس آدمی کے پاس اپنے پیسے ہوں کہ اس کی ضروریاتِ زندگی پوری ہو سکیں اور چالیس روپے کا نصاب ہو تو اس پر صدقۂ فطر دینا لازم ہے، اپنی طرف سے بھی دے، اور بچوں کی طرف سے بھی دے تاکہ آج عید کی خوشیوں میں سارے لوگ اس کے ساتھ شریک ہوں۔

اور اگر یہ مراد ہو کہ عَلَى الَّذِيْنَ يُطِيْقُوْنَهٗ فِدْيَةٌ طَعَامُ مِسْكِيْنٍ ط جیسے ہمارے بعض دوست کہتے ہیں۔ کہ جن کی طاقت ہے ـــ روزے کی، وہ کیا کریں۔ ایک مسکین کا کھانا کھلا دیں ـــ جسے طاقت ہے۔ روزے کی وہ تو مسکین کو کھانا کھلا چھوڑے، اور جس میں طاقت نہیں، وہ روزہ رکھے۔ (بات سمجھی آپ نے) جس آدمی کی آنکھیں ہیں۔ وہ تو اندھا بن جائے۔ اور جس کی آنکھیں نہیں ہیں۔ وہ کرکٹ کھیلے، وہ محاذ پر جا کے جنگ کرے۔ جس آدمی کی آنکھیں ہیں۔ وہ اپنی آنکھوں پر پٹی باندھ لے۔ اور جس کی آنکھیں نہیں ہیں۔ وہ مورچے میں بیٹھ کر گولے پھینکے۔ مطلب تو یہ ہی ہوا جس آدمی کی طاقت ہے۔ وہ تو روزہ نہ رکھے۔ وہ کیا کرے؟ وہ تو مسکین کو کھانا کھلا دے اور جس کی طاقت نہیں وہ روزہ رکھے۔

عجیب فلسفہ ہے۔ قرآن مجید بالکل واضح ہے اپنے احکام میں۔ اللہ تعالےٰ نے بالکل واضح طور پر فرما دیا۔ اس کی اور بھی تاویلیں ہو سکتی ہیں، تصریحات علمائے اسلام نے لکھیں بہرکیف یہ آیت قطعاً اس لئے نہیں ہے۔ کہ جن کی روزے کی طاقت ہے۔ وہ کھو جا کر دیں اور ایک مسکین کو کھانا کھلا دیں۔ بس ان کی چھٹی ہو جائے گی۔　　(باقی آئندہ)

بقیہ:۔ تصوّف کیا ہے۔

پہلے اہل دل بننے پر ایک محنت ہے۔ جس کو تصوف کہتے ہیں۔ ان کے ماہرین کو صوفیائے عظام کہتے ہیں یا پیران عظام کہتے ہیں۔ تصوف کی برکت سے امراض روحانی کا قلع قمع ہو جاتا ہے۔ اور اخلاق حمیدہ پیدا ہوتے ہیں نفس وقوت شہوانیہ مغلوب ہو جاتی ہے۔ روحانی قوت بڑھتی ہے۔ شیطان کا زور ٹوٹ جاتا ہے۔ دل پر سے اسکا قبضہ ختم ہو جاتا ہے۔ شریعت مطہرہ پر گامزن ہونے کے سلسلہ میں نفس شریر و شیطان لعین ہی آڑے آتے ہیں۔ جب تک ان سے نجات نہیں مل جاتی اوّل تو شریعت مطہرہ پر چلنا...... محالات میں سے ہے۔ اور اگر تھوڑی بہت ہمت کر بھی لی تو وہ عارضی حالت ہوتی ہے نفس و شیطان پھر قابو پا لیتے ہیں۔ صاحب استقامت فقط اسی صورت میں ہو سکتا ہے۔ جب کہ دل کے گوشہ گوشہ سے شیطان خبیث کا اثر ختم کر دیا جائے اور کثرت مجاہدہ و ریاضت سے نفس کا زور توڑ دیا جائے تاآنکہ صاحب حال بن جاتے۔

تبدیلی نام

میرا پہلا نام حکم داد خان ولد محمد فضل (مقام بلیام ڈاک خانہ پنڈوڑی تحصیل گوجرخان ضلع راولپنڈی) تھا۔ اب میں نے اپنا نام محمد سرفراز تجویز کیا ہے۔ لہٰذا مجھے مندرجہ بالا نام سے یاد کیا جائے۔

تعارف و تبصرہ

★ ـــــ حافظ نور محمد انور

نام کتاب ۔۔۔ فضائل درود شریف۔
تصنیف ۔۔۔ حضرت الحاج مولانا محمد ذکریا صاحب
صفحات ۱۳۲، سائز ۱۸×۲۲/۸ کاغذ سفید کتابت طباعت آفسٹ ٹائیٹل خوبصورت قیمت دو روپے علاوہ محصول ڈاک خرچ۔

ملنے کے پتے:۔

۱۔ دارالتصنیف والاشاعت ۱۴۱۔ بی شاہ عالم لاہور
۲۔ علمی کتاب خانہ اردو بازار لاہور

حضرت الحاج مولانا محمد ذکریا صاحب بہت بڑے عالم دین ہیں۔ مظاہر العلوم سہارنپور کے شیخ الحدیث ہیں اور بہت سی کتابوں کے مصنف ہیں۔ ان کی قلمی تبلیغ سے پاک و ہند کے لاکھوں نہیں بلکہ کروڑوں مسلمان مستفید ہو رہے ہیں۔ خصوصاً آپ نے دینی مسائل پر کتابیں لکھ کر دین حق کی جو خدمت کی ہے۔ وہ ان کے لئے یقیناً آخرت میں نجات کا باعث بنے گی اور جو لوگ ایسی پاکیزہ کتابوں کا مطالعہ کر کے عمل کریں گے۔ انہیں بھی دو جہانوں میں کامرانی ہوگی۔

اس کتاب میں آپ نے درود شریف کے فضائل اور نہ پڑھنے پر وعیدیں، اور خاص خاص درودوں کے فضائل و آداب و مسائل اور روضۂ اقدس پر صلوٰۃ و سلام پڑھنے کا طریقہ اور درود شریف کے متعلق پچاس قصے ذکر کئے ہیں۔

درود شریف نسخۂ شفا ہے۔ درود شریف پڑھنے سے انسان کے تمام روحانی امراض رفع ہو جاتے ہیں۔ دل صاف اور روشن ہو جاتا ہے اور تمام بیماریاں دل سے کوسوں دور رہتی ہیں صرف اسی پر اکتفا نہیں درود شریف پڑھنے والے پر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم خوش ہوتے ہیں۔ خود خداوند قدوس راضی ہو جاتے ہیں۔ آسمان پر ملائک اس کے لئے دعائے مغفرت کرتے ہیں

اس کتاب کے مطالعہ سے ہر شخص خود ہی محسوس کرے گا کہ درود شریف کتنی بڑی دولت ہے۔ اور اس میں کوتاہی کرنے والے کتنی بڑی سعادت سے محروم ہیں۔ اللہ تمام مسلمانوں کو زیادہ سے زیادہ درود شریف پڑھنے کی توفیق عطا فرمائے۔

ہم تمام مسلمانوں سے سفارش کرتے ہیں کہ اس کتاب کی زیادہ سے زیادہ اشاعت کریں خود بھی خریدیں اور اپنے حلقۂ احباب تک بھی اسے پہنچائیں۔



بقیہ: اداریہ

آئیے! ہم سب مل کر ان خطوط پر سوچیں اور اس عظیم مقصد کے لئے کوئی لائحہ عمل ترتیب دیں۔ وما علینا الا البلاغ۔

انتقال پُر ملال

محترم ایس، ایم اسماعیل صاحب مجسٹریٹ درجہ اول لاہور کی والدہ محترمہ ایک طویل عرصہ تک بیمار رہنے کے بعد یکم اور ۲ر محرم الحرام کی درمیانی شب کو تقریباً ۱۱ بجے اپنے اللہ کو پیاری ہو گئیں انا للہ وانا الیہ راجعون۔

مرحومہ کی عمر کوئی باون، باترپن سال تھی۔ ساری زندگی پابند صوم وصلوٰۃ رہیں اور جب روح قفس عنصری سے پرواز کر رہی تھی تو اس وقت بھی کلمہ شہادت زبان پر جاری تھا ــــ صبر وشکر اور تسلیم ورضا کی خصوصیات مرحومہ میں کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی تھیں یہی وجہ ہے کہ اولاد نے بھی ان کی خدمت میں سرمو کوتاہی نہیں کی۔ مرحومہ نے اپنے اللہ کی بندگی میں کسر نہ چھوڑی اور اولاد نے اُن کی تابعداری میں کوئی کسر اٹھا نہ رکھی ــ آج کل بہت کم اولاد ایسی ہوگی جو اس درجہ فرمانبردار، وفاشعار اور خدمت گذار ہو جس درجہ مرحومہ کی اولاد ہے ؎

ایں سعادت بزور بازو نیست
تا نہ بخشد خدائے بخشندہ

مرحومہ کو پہلے علاج کی غرض سے ساملی سینی ٹوریم مری لے جایا گیا افاقہ ہوا تو واپس لاہور آگئیں اور تادم آخر ڈاکٹر احسان صاحب میڈیکل سپرنٹنڈنٹ گلاب دیوی ہسپتال کے زیر علاج رہیں۔ ڈاکٹر سید افتخار الدین صاحب بھی مرحومہ کی دیکھ بھال اور علاج کرتے رہے لیکن ؏

موت سے کس کو رستگاری ہے

کوئی علاج کارگر نہ ہوا، وقت موعود آگیا اور مرحومہ دیکھتی آنکھوں اپنے پسماندگان کو داغ مفارقت دے گئیں۔ اللھم اغفرلھا وارحمھا

۲۴ر اپریل صبح سوا آٹھ بجے برٹ وڈ بریک روڈ سے جنازہ اٹھا۔ مقامی مجسٹریٹوں کے علاوہ چوہدری محمد حسین صاحب وائس چیئرمین لاہور کارپوریشن، قاضی افضل محمود صاحب سیکرٹری آر، ٹی، اے، مولوی کرامت اللہ صاحب صوبائی اسمبلی کے کئی ارکان، پی آئی اے کے افسران، ایڈیٹر خدام الدین اور اسماعیل صاحب کے سینکڑوں دیگر احباب نے نماز میں شرکت فرمائی۔ نماز جنازہ جامع شریعت وطریقت مفتی محمد حسین صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے چھوٹے صاحبزادے مولانا حافظ فضل الرحیم صاحب نے پڑھائی اور بالآخر یہ مقدس امانت قبرستان میانی صاحب میں بادیدہ تر سپرد خاک کر دی گئی۔ ؏

آسماں تیری لحد پر شبنم افشانی کرے

ادارۂ خدام الدین اس حادثۂ جانکاہ میں محترم اسماعیل صاحب، ان کے بھائیوں، اکلوتی ہمشیرہ محترمہ اور دیگر پسماندگان کے غم میں برابر کا شریک ہے اور ان کے ساتھ خود کو بھی تعزیت کا مستحق سمجھتا ہے۔ کیونکہ ایڈیٹر خدام الدین کو محترم اسمٰعیل صاحب اور ان کے چھوٹے بھائی ایوب صاحب سے برادرانہ انس ہے۔

ہماری دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ مرحومہ کو جنت الفردوس میں مقام بلند عطا فرمائے اور پسماندگان کو صبر جمیل سے نوازے ــ قارئین خدام الدین سے درخواست ہے کہ وہ مرحومہ کے لئے ایصال ثواب فرما کر عنداللہ ماجور ہوں۔

حنیف رضا کے لئے دعائے صحت

گذشتہ دنوں حاجی خلیل احمد صاحب لدھیانوی ناظم ادارہ پیغام حج ڈگلپورہ لائل پور، ان کے محمد حنیف رضا اور ان کی اہلیہ کار کے حادثہ میں شدید زخمی ہو گئے تھے۔ حاجی خلیل احمد اور اہلیہ حنیف رضا کو معمولی ضربات آئیں لیکن حنیف رضا صاحب کی بائیں ٹانگ بری طرح کچلی گئی۔ وہ ان دنوں سول ہسپتال لائلپور میں زیر علاج ہیں۔ تمام احباب سے درخواست ہے کہ وہ ان کی صحت کاملہ عاجلہ کے لئے خصوصیت کے ساتھ دعا کریں۔ اللہ تعالیٰ انہیں جلد شفا کاملہ عطا فرمائیں۔

درخواستِ دعا

حضرت خطیب اعظم مولانا قاضی احسان احمد صاحب مدظلہ شجاع آبادی کئی مہینوں سے بیمار ہیں علاج جاری ہے کمزوری زیادہ ہے۔ تمام پروگرام منسوخ ہیں۔ احباب سے خصوصی دعاؤں کی درخواست ہے۔　(خادم عبدالمجید)

گمشدہ لڑکے کی تلاش

میرا بھائی محمد صدیق ولد مولانا مہر خاں صاحب سکنہ ٹلہنڈ تحصیل پنڈی گھیب ضلع کیمبل پور کا رہنے والا ہے۔ عرصہ سات سال سے گم ہے۔ عزیزم موضع ملہوالی میں قرآن مجید حفظ کرتا تھا۔ مدرسہ سے بھاگ گیا تھا۔ اب تک اس کا کوئی پتہ نہیں چل سکا والدین اور دیگر عزیزان سخت پریشان ہیں۔ عزیزم محمد صدیق کی عمر ۲۱ برس کے لگ بھگ ہے۔ رنگ گندمی ہے اگر کسی صاحب کو اس کا علم ہو تو براہ کرم مندرجہ ذیل پتہ پر اطلاع دے کر مشکور ہونے کا موقع دیں یا خود پہنچ کر مبلغ ۵۰ روپے انعام حاصل کر لیں اللہ تعالیٰ اجر عظیم دے گا۔

(قاری محمد شریف کیمبلپوری مدرس مدرسہ تعلیم الفرقان راولپنڈی)

بقیہ:۔ فضائل یوم عاشورہ

مسلمانو! خدارا اس مبارک دن کو نیکیوں اور سعادتوں کو لہو ولعب فسق وفجور لغویات، فضولیات خلاف شرع رسوم اور بدعات وسیئات کی برائیوں سے نہ بدلو۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ خدا کا غضب بھڑک اٹھے اور تم عذاب خداوندی کی گرفت میں آجاؤ۔ لغو و ناکارہ رسموں سے باز رہو۔

تعزیہ پرستی جو بت پرستی ہے۔ اس سے اجتناب کرو ورنہ کافر تمہارے اسلام پر ہنسیں گے اور تمہیں منہ دکھانے کو جگہ نہ رہے گی۔ حسب مقدور کھانا پکا کر غربا کو کھلاؤ۔ نوافل پڑھو، درود شریف کا ورد اور قرآن شریف پڑھ کر شہدائے کربلا کی ارواح طیبات اور سید الشہدا حضرت امام حسینؓ کی روح پاک کو اس کا ثواب پہنچاؤ۔

ممنوعات مسلمانو! یہ ہیں تمہارے کرنے کے کام، نہ یہ کہ تعزیئے بنانا ان کو سجدے کرنا، ان کے سامنے منتیں ماننا چوڑیاں توڑنا، الٹی چارپائیوں پر سونا، مہندی نکالنا نشان بنانا کپڑے رنگنا، امام ضامن کا پیسہ باندھنا، اپنے بچوں کو فقیر بنانا، اور سوگ و ماتم کرنا وغیرہ خلاف عقل اور اسلام سوز کفر وشرکیات سے اسلام کو بدنام کرنا اور اپنی عقل وسمجھ کا دیوالہ نکالنا۔

[illegible]۔ یہ دن ہر سال اس حادثہ عظیم اور سانحہ صبر شکن کی یاد تازہ کر دیتا ہے۔ جو شہنشاہ صابرین حضرت امام عالی مقام کو یزیدیوں کے ہاتھ سے شہادت کی صورت میں پیش آیا تھا۔

یہ بیکسی اور مظلومی کی ہوش ربا تصویر میدان کربلا میں کچھ اس لئے نہ کھینچی تھی کہ تم ہمیشہ روتے ہی رہو اور سینہ کوبی کرتے رہو بلکہ ہر سال یہ حادثہ عظیم سبق دیتا ہے۔ کہ مسلمانو اگر کبھی اسلام اور روحانیت دشمنوں کے نرغے میں اور نیکیوں پر برائیاں حملہ آور ہوں تو ہر فرزند اسلام کا فرض ہے کہ وہ اسوہ حسینی کو مدنظر رکھ کر مصائب و آلام کے پہاڑ اٹھا لے۔ اپنے فرزندوں کو ہنسی خوشی خاک وخون میں لوٹا دے، خویش واقربا کے گلوں پر خنجر چلوا دے اور اپنی لاشوں کو گھوڑے کی ٹاپوں سے پامال کروا دے مگر علم اسلام کو نہ جھکنے دے اسلام کی عزت وحرمت پر آنچ نہ آنے دے اور اسلام کے تحفظ کے لئے ہر عزیز سے عزیز چیز کو قربان کر دے۔

یہ واقعہ ہمیں مصائب و آلام میں، صبر ۴

۴ وسکون، آزمائش وابتلا میں صبر ووقار، ذکر واذکار اور نماز وروزہ کی تعلیم دیتا ہے۔ ہمارے اندر ایثار وقربانی، خوشنودیٔ ربانی حق پرستی زہد واتقا، شجاعت وحلم اور حریت وآزادی کے اعلیٰ جذبات پیدا کرتا ہے۔

وَآخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ

ایم عبد الرحمٰن لودھیانوی شیخوپورہ

فضائلِ یوم عاشورہ اور اُسوۂ امام حسین رضی اللہ عنہ

اسلام کے بارہ مہینوں میں سے چار مہینے خاص ادب و احترام کے ہیں۔ ذیقعدہ۔ ذوالحجہ، محرم اور رجب۔ ان میں خونریزی اور جدال و قتال قطعًا بند کر دیا جاتا تھا۔ اصل ملّت ابراہیمی میں یہ چار ماہ اشہر حُرُم قرار دیئے گئے تھے۔ ان میں گناہ و ظلم سے بچنے کا اور زیادہ اہتمام کرنا چاہیئے۔ محرّم تو اسلامی سال کا پہلا مہینہ ہے اب ۱۳۸۶ھ شروع ہوا ہے۔ یہ آج سے نہیں بلکہ جب سے آسمان و زمین پیدا کئے خدا کے نزدیک بہت سے احکام شرعیہ جاری کرنے کے لئے سال کے بارہ مہینے رکھے گئے ہیں

ارشادات نبوی ؐ

حضرت ابن عباس رضؓ کہتے ہیں جب نبی اقدس ؐ مدینہ تشریف لائے تو یہود کو عاشورہ کا روزہ رکھتے ہوئے دیکھا۔ آپ نے فرمایا تم لوگ اس روز روزہ کس لئے رکھتے ہو۔ انہوں نے عرض کیا یہ ہماری خوشی کا عظیم الشان دن ہے۔ اس روز اللہ تعالےٰ نے حضرت موسیٰؑ اور اُن کی قوم کو نجات عطا فرمائی تھی اور فرعون اور اس کی قوم کو غرق کیا تھا۔ تو حضرت موسیٰؑ نے شکریہ کا روزہ رکھا تھا اس لئے ہم لوگ بھی روزہ رکھتے ہیں۔ یہ سن کر حضور اکرم ؐ نے فرمایا کہ تب تو ہم لوگ تمہاری نسبت حضرت موسیٰ سے زیادہ قرب کے مستحق ہیں۔ لہٰذا حضور ؐ نے روزہ رکھنا شروع کر دیا۔ اور دوسروں کو بھی روزہ رکھنے کا حکم دیا۔ اسی وجہ سے حضور ؐ نے اس روز کے روزہ کا بہت ثواب بیان فرمایا ہے۔

۲۔ حضرت ابنِ عباس رضؓ کہتے ہیں کہ حضور اکرم ؐ رمضان اور یومِ عاشورہ کے روزوں کو جس قدر فضیلت دیگر ایام کے روزوں پر دیتے تھے۔ اتنی اور روزوں کو نہیں دیتے تھے ـــ!

۳۔ حضرت ابن عباس رضؓ کہتے ہیں۔ ایک مرتبہ حضور اکرم ؐ نے عاشورہ کا روزہ رکھا۔ اور لوگوں کو بھی روزہ رکھنے کیواسطے حکم کیا لوگوں نے عرض کیا یا رسول اس روزہ کی یہود و نصاریٰ بہت تعظیم کرتے ہیں۔ حضور ؐ نے فرمایا انشاء اللہ اگر زندہ رہا تو آئندہ سال نویں تاریخ کو بھی روزہ رکھوں گا۔ لَئِنْ بَقِيْتُ اِلٰى قَابِلٍ لَاَصُوْمَنَّ التَّاسِعَ ترجمہ:- البتہ اگر میں آنے والے سال میں باقی رہا تو نویں تاریخ کا بھی روزہ رکھوں گا۔

۴۔ عَنْ قَتَادَہ رضی اللہ عنہ اِنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سُئِلَ عَنْ صِيَامِ يَوْمِ عَاشُوْرَاءَ فَقَالَ يُكَفِّرُ السَّنَةَ الْمَاضِيَةَ (رواہ مسلم)

ترجمہ:- حضرت قتادہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ؐ سے عاشورہ کے روزہ کے بارے میں پوچھا گیا تو آپ نے فرمایا کہ ایک سال سابقہ کے گناہوں کا کفّارہ ہے۔

رمضان المبارک کے روزوں کے بعد عاشورہ یعنی ۱۰ محرم الحرام کے روزہ کا بہت ثواب ہے۔

۵۔ حضرت حفصہ رضؓ کہتی ہیں کہ رسول اکرم ؐ نے فرمایا کہ چار امور کبھی ترک نہیں کرنے چاہیئے۔ (۱) عاشورہ کا روزہ (۲) ذی الحجہ (بقرعید) کے نو روزے (۳) اور ہر ماہ ایام بیض (۱۳، ۱۴، ۱۵) کے تین روزے (۴) فجر سے پہلے کی دو رکعتیں۔

"غنیۃ الطالبین" میں حضرت پیران پیر سیّد شیخ عبد القادر جیلانی ؒ نے مجاہد حضرت حضرت ابنِ عباس رضؓ کا قول نقل فرمایا ہے کہ رسول اللہ نے فرمایا کہ جس نے محرم کے کسی دن کا روزہ رکھا اس کو ہر روزہ کے عوض تیس دن کے روزوں کا ثواب ملیگا۔

اسی طرح حضرت شیخ ؒ نے ابن عباس رضؓ کی یہ روایت نقل کی ہے۔ کہ جس نے عاشورہ کا روزہ رکھا" اس کو دس ہزار شہیدوں کا اور دس ہزار حج اور عمرہ کرنے والوں کا ثواب ملے گا۔

۶۔ حضرت ابو ہریرہ رضؓ کی روایت ہے کہ رسول کریم ؐ نے فرمایا کہ عاشورہ کے دن جو شخص اپنے گھر والوں پر فراخی سے خرچ کرتا ہے۔ اللہ تعالےٰ اُس کو پورا سال رزق میں کشائش فرماتا ہے۔ جس نے اس دن روزہ رکھا تو اس کے چالیس سال کے گناہوں کا کفارہ ہو جاتے گا۔ نیز جو شخص شب عاشورہ میں رات بھر عبادت کرے اور صبح کو روزہ سے ہو وہ ایسا مر گیا کہ مرتے کا اس کو احساس بھی نہ ہوگا۔

اللہ تعالےٰ نے آسمانوں اور زمین پہاڑوں اور سمندروں کو عاشورہ کے دن پیدا کیا بلکہ لوح و قلم اور آدمؑ کو اسی روز پیدا کیا۔ اور اسی روز جنت میں داخل کیا ابراہیمؑ بھی عاشورہ کے دن پیدا ہوئے۔ فرعون کو عاشورہ کے دن اللہ تعالےٰ نے غرق کیا۔ ایوب علیہ السلام کی تکلیف عاشورہ کے دن دور ہوئی۔ آدمؑ کی توبہ عاشورہ کے دن قبول ہوئی۔ عیسیٰ علیہ السلام عاشورہ کے دن پیدا ہوئے۔ اور قیامت بھی عاشورہ کے دن برپا ہوگی۔ آسمان سے سب سے پہلے بارش عاشورہ کے دن ہوئی۔

عاشورہ کا روزہ پہلے ہی متبرک چلا آتا ہے۔ اور اس کی فضیلت شروع ہی سے چلی آتی ہے۔ جیسا کہ اوپر بیان کیا گیا ہے۔

حضرت امام حسین رضؓ کو بھی اسی دن شرفِ شہادت بخشا۔ اللہ تعالےٰ نے ان کی شہادت کے لئے ایسا دن منتخب کیا۔ جو شرف و عظمت، جلالتِ قدر اور بزرگی میں سب دنوں سے بڑھ چڑھ کر ہے۔

عاشورہ کے دن یعنی محرم کی دسویں تاریخ کو نوحؑ کی کشتی بعد از طوفان کوہ جودی کے کنارے لگی تھی اور کفار و فجار عذابِ خدا وندی سے تباہ و برباد ہوئے تھے۔ اور مومنین و قانتین کو نجات کا پروانہ اور دنیا کی رہبری کی سند ملی تھی۔

درسِ بصیرت

لہٰذا اس ماہ میں تم بھی فسق و فجور اور بدعت و ضلالت سے توبہ کرو۔ اور اپنے اندر اخلاقی زندگی پیدا کرو۔ کہ گرفت سے لرز جاؤ۔ اس کی نافرمانی سے تھراؤ، خوف غیر اللہ سے دل کو پاک کرو۔ اور اعمال صالحہ سے اپنے اپنے دامن عمل بھر کر دنیا کو رنگ وحدت سے رنگ دو۔

اسی دن حضرت آدمؑ اور حضرت یونسؑ کے شہر والوں کی توبہ قبول ہوئی اس لئے تم بھی گناہوں سے تائب ہو جاؤ۔ اور صحیح معنوں میں مسلمان بن جاؤ۔ تاکہ دین و دنیا کی سربلندی اور سرفرازی تمہارے ہی حصہ میں آئے۔ اس دن کی بے حد تعظیم و تکریم کرو۔ یہ سال بھر کی لغزشوں اور گناہوں سے معافی کا دن ہے۔ اور مقبولیت کا موقعہ ہے۔ اسوۂ حسنہ کا اتباع و بزرگانِ اسلام کی پیروی کرتے ہوئے۔ اسدن روزہ رکھو اور خدا کو یاد کرو۔

انجمن خدام الدین نوشہرہ کے زیر اہتمام

پہلی سالانہ تبلیغی کانفرنس

۶ر ۷ر ۸ر مئی ۱۹۶۶ء بمطابق ۱۴ر ۱۵ر ۱۶ر محرم الحرام ۱۳۸۶ھ بروز جمعہ، ہفتہ، اتوار انشاء اللہ منعقد ہو رہی ہے جس میں حافظ الحدیث حضرت مولانا عبداللہ درخواستی مدظلہ، جانشین حضرت شیخ التفسیر حضرت مولانا عبیداللہ انور صاحب مدظلہ، اسیر مالٹا حضرت مولانا عزیز گل صاحب مدظلہ، فخر المحدثین حضرت مولانا نصیر الدین صاحب غورغشتی مدظلہ، مجاہد ملت حضرت مولانا غلام غوث صاحب ہزاروی مدظلہ، شیخ الحدیث حضرت مولانا مفتی محمود صاحب مدظلہ، متکلم اسلام حضرت مولانا محمد علی صاحب جالندھری، خطیب اسلام حضرت مولانا قاضی احسان احمد صاحب شجاع آبادی، مناظر اسلام حضرت مولانا لال حسین صاحب اختر مدظلہ، استاذ العلماء حضرت مولانا عبدالحق صاحب مدظلہ، جامع شریعت و طریقت حضرت مولانا عبداللطیف صاحب جہلم، عالم باعمل حضرت مولانا قاضی محمد زاہد الحسینی صاحب کیمبل پور، حضرت مولانا سید گل بادشاہ صاحب مدظلہ، و محترم المقام جناب ڈاکٹر مناظر حسین صاحب نظر ایڈیٹر خدام الدین لاہور انشاء اللہ شرکت فرمائیں گے۔ تمام مسلمانوں سے درخواست ہے کہ وہ اس محفل علم و عرفان و مجلس خیر و برکت میں شرکت فرما کر ثواب دارین حاصل کریں۔ اس اجلاس میں قراء کرام و شاعر حضرات مثلاً قاری فیوض الرحمان صاحب، جناب امین گیلانی صاحب، جناب عبدالحمید صاحب، جناب حافظ محمد یونس صاحب حضرو بھی تشریف لائینگے انشاء اللہ

(باہر سے آنیوالے حضرات اپنے قیام و طعام کے خود ذمہ دار ہونگے)

الداعی

اراکین انجمن خدام الدین نوشہرہ صدر ضلع پشاور

مجلس تحفظ ختم نبوت مرکزیہ کا جدید انتخاب

لاہور ۲۱ر اپریل۔ مجلس تحفظ ختم نبوت مرکزیہ کا جنرل اجلاس بسلسلہ جدید انتخاب زیر صدارت مولانا لال حسین اختر منعقد ہوا۔ جس میں مغربی پاکستان کے مختلف اضلاع سے تقریباً پچاس نمائندوں نے شرکت کی۔ سابق صدر مولانا قاضی احسان احمد بوجہ علالت شریک اجلاس نہ ہو سکے۔

اجلاس ۱۱ بجے شروع ہوا۔ تلاوت کلام پاک قاری محمد اجمل نے کی۔ مولانا محمد علی جالندھری نے گذشتہ کام کی رپورٹ پیش کی۔ حضرت مولانا قاضی احسان احمد بدستور امیر مرکزیہ منتخب ہوتے۔ دستور جماعت کے امیر مرکزیہ اپنی مجلس نامزد فرما کر بمشورہ باقی عہدداران نامزد فرمائیں گے۔

جنرل اجلاس میں دو اہم تجویزیں منظور ہوئیں۔ (۱) یہ کہ آئندہ انتخاب میں تمام ارکان حاضر اجلاس ہو کر رائے دیا کریں (۲) ناظم نشر و اشاعت کا عہدہ مرکزی انتخاب میں اضافہ کیا تاکہ نشر و اشاعت کا اہتمام ذمہ داری سے کیا جائے۔ دیگر اہم امور زیر بحث آئے۔ اجلاس سوا دو بجے بخیر و خوبی اختتام پذیر ہوا۔

(مولانا) ناظم عبدالرحیم اشعر

پروگرام

جانشین شیخ التفسیر حضرت مولانا عبیداللہ انور مدظلہ العالی

۷ر مئی بروز ہفتہ صبح درس جامعہ مدنیہ کیمبل پور
دوپہر اکوڑہ خٹک۔ شام نوشہرہ
۸ر مئی۔ قیام نوشہرہ
۹ر مئی۔ پشاور
۱۰ر مئی۔ کوہاٹ اور ۱۱ر مئی واپس لاہور

(صوفی بشیر احمد)

بچوں کا صفحہ

ایک شفیق باپ

قاری فیوض الرحمٰن بی اے "امتیازی" متعلم ایم اے عربی پشاور یونیورسٹی

ایک باپ کی حیثیت سے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی کے حقیقی خدوخال دیکھنے ہوں تو آپؐ کے صاحبزادے حضرت ابراہیم کی موت کا واقعہ ذہن میں لائیے۔

ایک ایسا بیٹا جو زندگی کے بالکل آخری ایام میں ملا ہو۔ جو مستقبل کی امیدوں اور آرزوؤں کا سہارا ہو، ابھی اس نے زندگی کی دو بہاروں سے زیادہ بہاریں بھی نہ دیکھی ہوں اور وہ اسی دوران اس دارِ فانی سے عالمِ آخرت کی طرف منتقل ہو رہا ہو،

ایسے بیٹے کے انتقال پہ جو غم اور صدمہ ایک شفیق باپ کو ہو سکتا ہے۔ اس کا اندازہ آپؐ کے اس فرمان سے لگائیے "اَلْعَیْنُ تَدْمَعُ وَالْقَلْبُ یَحْزَنُ وَلَا نَقُوْلُ اِلَّا بِمَا یَرْضٰی بِہٖ رَبُّنَا وَاِنَّا لِفِیْ فِرَاقِکَ یَا اِبْرَاھِیْمُ لَمَحْزُوْنُوْنَ"

"آنکھیں اشکبار ہیں۔ دل مضطرب و غمگین ہے، اور (اس کے باوجود) ہم تو وہی بات کہیں گے۔ جو ہمارے رب کی مرضی کے مطابق ہو، اور ہمیں تمہاری جدائی کا ابراہیم بہت صدمہ ہے۔

لوگوں نے حضور علیہ السلام کو روتے ہوئے دیکھا تو اس پہ انہیں تعجب ہونے لگا یہ اس بنا پر نہ تھا۔ کہ بیٹے کی وفات پہ باپ کیوں رو رہا ہے۔ بلکہ اس وجہ سے تھا کہ ایک ایسا عظیم المرتبت پیغمبرؐ جس کے لئے اس کی پوری امت روحانی اولاد کا درجہ رکھتی ہے۔ ایک بچے کے انتقال پر اپنے غم والم کا یوں برملا اظہار کر رہا ہے۔ لوگ بہادر اسے سمجھتے ہیں جسے کہیں خوف لاحق نہ ہو۔ سخی اسے سمجھتے ہیں۔ جو روپے پیسے کی قدر نہ جانتا ہو، اور صابر و شاکر اسے سمجھتے ہیں۔ جو کبھی غمگین نہ ہوتا ہو حالانکہ یہ بات سرے سے ہی غلط ہے۔ اگر خوف کا احساس نہ ہو تو شجاعت و بہادری کی کیا قدر و قیمت باقی رہ جاتی ہے۔ اگر روپے پیسے کی محبت نہ ہو تو سخاوت کیا معنی رکھتی ہے۔ بعینہٖ اگر غم والم کا اثر نہ ہو تو صبر کی کیا اہمیت محسوس کی جا سکتی ہے۔

آپؐ نے لوگوں کے اس تعجب پر فرمایا "یہ تو ایک جذبہ ترحم ہے۔ جو اللہ تعالیٰ ہر انسان کے دل میں پیدا کر دیتا ہے۔

پھر حضرت حسن کو دیکھئے، جو چہیتی بیٹی حضرتِ فاطمہؓ کا لختِ جگر ہے۔ وہ اس وقت بارگاہِ نبوت میں آتا ہے۔ جب اس کا نانا خدا کے حضور سربسجود ہوتا ہے۔ اور وہ آکر پیٹھ پر سوار ہو جاتا ہے۔ ایک ایسے مقام پر جو آنحضورؐ کی زندگی کا سب سے اعلیٰ مقام ہے، وہاں بھی اس نبی رحمت کا محبت بھرا دل بچہ کی شفقت و محبت کو نظر انداز نہیں کرتا۔ اور سجدے کو طویل تر کر دیتا ہے۔ اور جب ایک صحابیؓ اس طوالت کا سبب پوچھتا ہے۔ تو وہ رحمۃ للعالمینؐ یوں گویا ہوتا ہے۔ "میرا بچہ مجھ پہ سوار تھا۔ میں نے پسند نہیں کیا کہ اس کے کھیل میں خلل اندازی ہو، اس لئے میں نے سجدہ لمبا کر دیا"۔

حضرت ابراہیمؓ کے انتقال پہ غمناک نگاہیں پہاڑ کی طرف اٹھتی ہیں۔ اور فرماتے ہیں۔ اے پہاڑ! جو مصیبت مجھ پہ ٹوٹی ہے۔ اگر تجھ پہ ٹوٹتی تو ریزہ ریزہ ہو جاتا" اور جب آپؐ کو روتا دیکھ کر حضرت اسامہؓ بن زید چیخ پڑتے ہیں۔ تو حضور علیہ السلام انہیں یہ فرما کر خاموش کر دیتے ہیں۔ کہ "رونا تو جذباتِ رحمت میں سے ہے لیکن یہ چیخ چیخ کر رونا شیطانی فعل ہے"

اسامہؓ بن زید روایت کرتے ہیں کہ زینب بنت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی بچی کا انتقال ہونے لگتا ہے۔ آپؐ کو اطلاع ملتی ہے۔ آپؐ زینبؓ کو السلام کہلا بھیجتے ہیں۔ اور یہ پیغام دیتے ہیں۔

"اللہ ہی کے لئے ہے جو کچھ وہ لے لے یا جو کچھ وہ عطا فرما دے۔ اور ہر چیز کی اس کے ہاں ایک مدت مقرر ہے۔ اس لئے اسے صبر کرنا چاہیئے۔ اور اللہ کے ہاں سے اجر کی توقع رکھنی چاہیئے"۔ انہوں نے دوبارہ آپ کو بلا بھیجا اور بڑی تاکید فرمائی۔ چنانچہ آپؐ صحابہؓ سمیت ان کے ہاں تشریف لے جاتے ہیں جب بچی اکھڑے ہوئے سانسوں کی حالت میں آپؐ کی گود میں رکھی جاتی ہے۔ تو آپؐ رو پڑتے ہیں۔ حضور کو روتے دیکھ کر معاذؓ کے بیٹے سعد عرض کرتے ہیں۔ یا رسول اللہ! آپ بھی رو رہے ہیں۔ فرمایا "ہاں" یہ تو ایک شفیقانہ جذبۂ محبت و رحم ہے۔ جو اللہ تعالیٰ اپنے بندوں میں سے جس کے دل میں چاہتا ہے۔ ڈال دیتا ہے۔ اور رحمتِ خداوندی کے حقدار وہی لوگ ہیں۔ جن کے دلوں کی دنیا رحم و کرم کے جذبات سے آباد ہے"۔

جس دن حضرت ابراہیمؓ کا انتقال ہوتا ہے۔ آسمان پر سورج کو گرہن لگ جاتا ہے۔ عربوں کے عقیدۂ توہم پرستی کے مطابق سورج یا چاند کو گرہن ایسے موقعوں پر ہوتا ہے۔

جب کوئی بڑا آدمی پیدا ہوتا یا مرتا تھا حضور علیہ السلام صرف ایک باپ کی حیثیت ہی نہیں رکھتے تھے۔ بلکہ خدا کے لاڈلے اور پیارے رسول ہونے کی حیثیت سے غلط عقائد کی بیخ کنی بھی ان کا اولین فریضہ تھا۔ فرماتے ہیں "ہرگز نہیں سورج اور چاند اللہ کی آیاتِ قدرت کی دو نشانیاں ہیں۔ ان کا گرہن لگنا کسی کی موت یا کسی کی زندگی سے کوئی تعلق نہیں رکھتا"۔

ایک ایسا باپ جس کے دل کے سورج کو گرہن لگ چکا ہے۔ وہ غم و اضطراب کے اس عالم میں بھی نسلِ انسانی کی اصلاح کو مدِنظر رکھتا ہے۔ اور لوگوں کے دلوں میں کسی قسم کا غلط نظریہ پنپنے نہیں دیتا۔

سورج کو گرہن تو لگا ہے۔ اور یہ ابراہیمؓ کی موت سے لگا ہے۔ لیکن آسمان کے سورج کو نہیں، البتہ خود اس کے دل کا سورج گہنا گیا ہے۔

اور اس کا سرِ عجز و نیاز خدا کی بارگاہ میں جھک کر اپنی نیازمندیوں کے اعتراف میں ڈوب جاتا ہے

"ہم کوئی ایسی بات نہیں کہیں گے۔ جو ہمارے پروردگار کو ناپسند ہو،"
"صلی اللہ علیہ وسلم"

پیامِ حق

ہم مسلماں ہیں۔ پیامِ حق سناتے جائینگے
بے خبر اب تک جو سوتے ہیں جگاتے جائینگے
ہم شہیدِ راہ کو سمجھے ہیں۔ منزلِ عشق کی
گولیاں سینوں پہ کھا کر مسکراتے جائینگے
مضمحل ہونے نہ دیں گے۔ باغِ ملت کو کبھی
اسینچتے جائیں گے خوں سے خوں بہاتے جائینگے
دینگے مقتل گاہ میں سب کو پیامِ حریت
یہ مرے قطرے لہو۔ جو ہنر دکھاتے جائینگے

(صادقِ آتشی)

۲۹ اپریل ۱۹۶۶ء

۲۰

ٹیلیفون ۶۷۵۴۵

چیف ایڈیٹر
عبیداللہ انور

The Weekly "KHUDDAMUDIN"
LAHORE (PAKISTAN)

رجسٹرڈ ایل
نمبر ۶۰۴۷

منظور شدہ محکمہ تعلیم (۱) لاہور ریجن بذریعہ چٹھی نمبری G/۱۶۲۲۱ مورخہ ۳ر مئی ۱۹۵۶ء (۲) پشاور ریجن بذریعہ چٹھی نمبری T.B.C ۲۳۶-۲۸۱-۲ مورخہ ۱۷ ستمبر ۱۹۵۶ء
(۳) کوئٹہ ریجن بذریعہ چٹھی نمبری DD ۹-۲-۷۶۷/۹/۳۹ مورخہ ۲۴- اگست ۱۹۶۴ء

دشواریٔ انساں

مضطر گجراتی

حسنِ آب و گل بہر پہلو کرشمہ ساز ہے
ذرہ ذرہ اس جہاں کا اک جہانِ راز ہے

روزِ اوّل سے بقیدِ ظلمت و تابندگی
منزلیں طے کر رہا ہے کاروانِ زندگی

عظمتِ انساں فقط اس بات میں پوشیدہ ہے
اُس حقیقت کو کرے معلوم جو نادیدہ ہے

اک تماشا ہی اگر ہوتا جہانِ رنگ و بُو
خِلقتاً ملتا نہ انساں کو مذاقِ جُستجو

اس تجسّس نے بنایا فاتحِ عالم اِسے
کر دیا رازآشنائے شعلہ و شبنم اِسے

داد دی اس نے بحدِّ شوق حرب و ضرب کی
کھینچ کر رکھ دیں طنابیں اسنے شرق و غرب کی

اسنے صحراؤں میں جھانکا، سبزہ زاروں کو پڑھا
اس نے سیّاروں کو جانچا، اسنے تاروں کو پڑھا

اسنے چیرا جنگلوں کو، اس نے روندے کوہسار
اس نے چھیدا قلزموں کو، اسنے چھانے ریگذار

جائزے اس نے لئے اجرام کی رفتار کے
فاصلے ناپے زمیں سے ثابت و سیّار کے

آسمانوں کی فضا میں اس نے کی پرواز بھی
فاش کر ڈالے خلائے بیکراں کے راز بھی

اس کے فکری تار و پُو کے آبی و خاکی اسیر
اس کی انگڑائی کی زد میں چاند تاروں کے ضمیر

لیکن اس سارے کمال و ارتقاء کے باوجود
خود معمّہ ہے میانِ کائناتِ اس کا وجود

اس کی اپنی شخصیت ہے آج بھی زیرِ حجاب
دے سکا اب تک نہ یہ "مَیں کیا ہوں" کا شافی جواب

دوسروں پر برملا تنقید سے تھکتا نہیں
لیکن اپنے عیب کا اظہار کر سکتا نہیں

خوف اپنی "خوبی و خامی" سے آتا ہے اسے
احتساب اپنا اصولاً بھول جاتا ہے اسے

فی الحقیقت روح سے پردہ اٹھا سکتا ہے کون
خوبیاں اور خامیاں اپنی بتا سکتا ہے کون؟

جس قدر دشوار ہے تحقیق کائنات کی
اُس سے مشکل تر ہے عکّاسی خود اپنی ذات کی